UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188852
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۵۹۷۱ Accession No. ۷۰۱۸

Author محمد پرکاش، دیو 7018

Title سوانح حضرت محمد

This book should be returned on or before the date last marked below.

جملہ حقوق محفوظ

سوانح عمری

حبیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صاحب صلعم

بانیٔ اسلام

مرتبہ

شردھے پرکاش دیو جی پرچارک براہم دھرم

سنہ ۱۹۲۰ء

لالہ ایشر داس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے

جارج سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

چھٹی مرتبہ | ایک ہزار | قیمت فی جلد ۸ ر

۷۰۱۸

صفحہ	فہرست مضامین	باب
۹ تا ۲۳	محمد صاحب کی پیدائش کے وقت اہل عرب کا رسم و رواج اور مذہب محمد صاحب کا حسب نسب اور ایام طفولیت سن بلوغت سے ۲۵ برس کی عمر تک کا سرسری احوال	باب اوّل
۲۴ تا ۶۰	محمد صاحب و خدیجہ کے باہمی معاشرت۔ ملکی بھلائی میں کوشش اور زید غلام کو آزاد کرنا۔ گوشہ نشینی کی رغبت اور خدائے برحق کی طرف توجہ۔ صداقت کا اظہار درجہ نبوت۔ خدیجہ اور علی اور دیگر اشخاص کا ایمان لانا۔ قریش کا مسلمانوں کو ایذائیں دینا۔ مسلمانوں کا ترک وطن کر کے ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جانا۔ ابوطالب اور خدیجہ کی وفات۔ قریش کا ظلم محمد صاحب اور انکے اصحاب پر۔ مجبور ہو کر طائف کو جانا وہاں سے بھی نکالا جانا۔ سودہ کے ساتھ نکاح اور عائشہ کے ساتھ نسبت۔ وعظ میں ثابت قدمی۔ چند اہل مدینہ کا ایمان لانا۔ ان کا عہد و پیمان۔ معراج کا واقعہ۔ قریش کی سازش آپکے قتل کی۔ محمد صاحب کا وطن چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جانا +	باب ۲ دوم
۶۱ تا ۷۰	محمد صاحب کا مدینہ کے انصار اور مہاجرین کمیں برادرانہ انس و محبت قائم کرنا۔ تعمیر مسجد۔ وعظ و نصیحت۔ عائشہ سے ازدواج۔ فاطمہ کا ازدواج علی سے۔ انتظام خانہ داری۔ اہل مدینہ سے عہد و پیمان۔ یہود اور قریش کی عداوت۔ قریش کا مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں۔ بدر کی لڑائی +	باب ۳ سوم
۷۱ تا ۷۹	قریش کا انتقام کی خواہش میں مدینہ پر دھاوا۔ محمد صاحب کا ذات الٰہی پر بھروسا اور یقین۔ محمد صاحب کا حفصہ سے نکاح اور اُن کی دختر ام کلثوم کا عثمان کیساتھ بیاہا جانا۔ قریش کا پھر مسلمانوں پر حملہ کرنا۔ اور اُحد کی لڑائی کا مفصل حال +	باب چہارم
۸۰ تا ۹۳	بنو المصطلق کا مسلمانوں کے برخلاف سر اٹھانا۔ انکی شکست۔ محمد صاحب کا جویریہ بنت الحارث سے نکاح اور غلاموں کی آزادی۔ عبداللہ ابن اُبی کی سرکشی۔ حضرت عائشہ پر بہتان۔ ابوسفیان اور دیگر قبائل کی مدینہ پر چڑھائی۔ خندق کی لڑائی۔ قریش کی شکست۔ مسلمانوں کا بنو قریظہ کے قلعہ پر قبضہ۔ سعد ابن معاذ کا فیصلہ یہودیوں کے قتل کے لئے +	باب پنجم
۹۴ تا ۱۲۳	محمد صاحب اور مہاجرین کی یاد وطن۔ حج کعبہ کا شوق۔ مکہ والوں کے ساتھ صلح اور عہد و پیمان جدید۔ آس پاس کے شاہنشاہوں کو سفارتیں۔ یہودیوں کی تازہ مخالفت پر کمربستگی۔ خیبر پر چڑھائی۔ حضرت کا اخیر حج۔ اہل روما پر چڑھائی۔ اہل مکہ کی عہد شکنی۔ مکہ پر چڑھائی۔ فتح مکہ +	باب ششم
۱۲۴ تا ۱۴۲	سنہ ۱۰ ہجری کے مختصر واقعات۔ محمد صاحب کا بیمار و وفات اور اُن کی رحلت + تمام شد	باب ہفتم

دیباچہ

حضرت محمد صلعم صاحب بانی مذہب اسلام جن کی سوانح عمری کا یہ مختصر سا خاکہ ہے۔ منجملہ اُن بزرگ اشخاص کے ہیں۔ جنہوں نے قانون قدرت کے موافق جہالت اور تاریکی کے زمانے میں پیدا ہوکر دنیا میں بہت کچھ صداقت کی روشنی کو پھیلایا۔ اور لوگوں کو روحانی و دنیاوی ترقی کا راستہ دکھایا ہے۔ جس طرح ہندوستان کو شاکیہ منی گوتم عرف بُدھ اور راجہ رام موہن رائے اور فارس کو زردشت اور چین کو کنفوشش اور یہودیہ کو حضرت عیسےٰ کے وجود پر فخر ہے۔ ویسے ہی ریگستان عرب کے لئے محمد صاحب کا وجود اُس کی عزت و عظمت کا باعث ہے۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی ذات سے جو جو فیض دنیا کو پہنچے اُن کیلئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو اُن کا شکر گزار ہونا مناسب ہے۔

بانی اسلام کہنا غلط ہے اسلام تو آدم کے زمانہ سے موجود تھا پیغمبر اسلام کہنا صحیح ہوگا ہے

نوں کونسی تکلیفیں ہیں جو اس بزرگ نے نسل انسان کے لئے اپنے اوپر برداشت نہیں کیں۔ اور کیا کیا مصیبتیں اُن کو اس میں اُٹھانی نہیں پڑیں۔ عرب جیسے ایک وحشی اور کندۂ ناتراش ملک کو خدا کی توحید کی تعلیم دینا اور سیدھے راستہ پر لانا ایک ایسے ہی فلسفی مزاج کا کام تھا اور آخر اسی سے انجام ہوا۔ تنگ دل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ ہی کہیں۔ لیکن جو لوگ با انصاف اور کشادہ دل ہیں۔ وہ کبھی محمدؐ صاحب کی اُن بے بہا خدمات کو کہ جو وہ نسل انسان کی بہبودی کے لئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ پرلے درجہ کے تنگ دل اور ناحق شناس لوگ ہیں ٭

جس طرح دنیا میں اور بزرگ اپنے اپنے جلال اور بزرگی کا ایک مستحکم ستون قائم کر گئے ہیں اسی طرح محمدؐ صاحب بھی اپنی فضیلت کا ایک ایسا جھنڈا اکھڑا کر گئے۔ کہ جو ہمیشہ کے لئے اُن کی یادگار رہیگا۔ یعنی یہی اسلام کا جھنڈا جس کے نیچے اِس وقت تیس ۳۰ کروڑ کے قریب دنیا کے آدمی پناہ گزین اور اُن کے نام پر جان دینے کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اُن کی فضیلت کا بڑا عالیشان نشان ہے۔ مگر افسوس باوجود اس کے کہ اس قدر لوگ محمدؐ صاحب کے پیرو اور ان کے نام پر

جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ایسے بہت ہی کم آدمی ہیں جو اُن کی اعلےٰ زندگی کے حالات سے واقف ہیں ہم کو سینکڑوں ہزاروں ایسے لوگوں سے ملنے کا اکثر اتفاق ہوا ہے۔ جو اپنے تئیں پکا مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے محمد صاحب کے حالات کی بابت کچھ استفسار کرو۔ تو منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں حالانکہ وہی لوگ جانعالم اور بینظیر کے تمام افسانے ازبر سُنا سکتے ہیں۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس شخص کے نام پر مسلمان جان دیں اس کے صرف نام ہی نام سے واقف ہوں اور اور کچھ بھی خبر نہ رکھیں۔ اس ناواقفیت اور بیخبری کا بڑا سبب یہ ہے کہ آنحضرت کے حالات میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ وہ زیادہ تر عربی زبان میں ہی لکھی گئی ہیں جن تک اُردو خواں پبلک کی دسترس نہیں ہے اس کے علاوہ عربی میں بھی جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں واقعات کی تحقیق و تنقید کے بجائے خوش اعتقادی اور توہمات سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ ان کتابوں کو اگر اردو میں ترجمہ بھی کیا جائے تب بھی اہل اسلام کے سوا دیگر مذاہب کے پیرو اُن کتابوں سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

انگریزی میں البتہ زمانۂ حال میں اکثر لوگوں نے بڑی بڑی سوانح عمریاں لکھی ہیں۔ مگر چونکہ وہ دوسرے مذہب والوں کی تالیف سے ہیں۔ اِس لئے ان میں صرف دو ایک ہی ایسی

ہیں۔ جو کچھ قدر کے لائق ہیں۔ ورنہ بعضوں نے تو محض تعصب سے اپنے دل کا بخار نکالا ہے۔ اور بعضوں نے جو کچھ کوڑا کرکٹ اِدھر اُدھر سے ہاتھ لگا۔ سب اس میں بھر دیا ہے۔ پھر علاوہ اس کے وہ اس قدر طویل اور بے جا حاشیوں سے پر ہیں کہ سوانح عمری کا شائق ان کے مطالعہ سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ البتہ سیّد امیر علی صاحب بیرسٹر ایٹ لاء نے جو محمدؐ صاحب کی سوانح عمری لکھی ہے۔ وہ اچھی ہے۔ مگر اوّل تو وہ انگریزی زبان میں ہے۔ دوسرے نہایت گراں قیمت ہے۔ اِس لئے اس سے وہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو انگریزی دان ہیں۔ اور اس گراں قیمت کتاب کو خرید سکتے ہیں۔ عام لوگوں کو اُس سے بھی چنداں فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ آنریبل سیّد احمد خاں ستارۂ ہند نے بھی اپنی کتاب خطبات احمدیہ میں کچھ ان کی زندگی کے حالات بیان کئے ہیں مگر وہ نہایت ہی مختصر ہیں۔ اور زیادہ تر ان اعتراضات کے متعلق ہیں۔ جو نصاریٰ نے محمدؐ صاحب کی زندگی پر کیا کرتے ہیں +

ہماری خواہش ہے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو ہر ملک اور ہر مذہب کے بزرگ اشخاص کی زندگی کے حالات سے واقف کیا جاوے۔ اس لئے ہم پر محمدؐ صاحب کی سوانح عمری کا لکھنا بھی فرض تھا۔ مگر ہم کو تردّد یہی تھا کہ ہم اُن کی سوانح عمری

کے لکھنے میں کس طرح کامیاب ہونگے۔ اگرچہ انگریزی کتابوں سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ مگر تاہم اس سے ہمارا اطمینان نہیں ہوتا۔ لیکن شکر ہے کہ ہمارے ایک دوست نے اس کام کی ذمہ واری کو اپنے اوپر لیا۔ اور آخر بڑی محنت اور تلاش کے بعد انہوں نے حضرت محمدؐ صاحب کی سوانحعمری کا کچھ حال قلمبند کر کے دیا ہے۔ اگرچہ یہ حال بہت مختصر ہے۔ مگر پھر بھی ایسا ہے کہ جن لوگوں کو دنیا کے اس بڑے ریفارمر کے حالات سے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ اُن کو کچھ تو آگاہی ہو جائے گی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ اس کو دیکھ کر کسی ور صاحب کو تحریک پیدا ہو۔ اور تھوڑے ہی زمانہ میں ہم ایک مفصل اور عمدہ سوانح عمری محمدؐ صاحب کی اُردو خوانوں کے کتب خانہ میں دیکھیں۔ جو ہماری عین دِلی آرزو ہے ٭

اگرچہ آنحضرت صلعم کے بہت سے ایسے حالات جو اور عام کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اِس کتاب میں نہ ملیں گے۔ لیکن ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ کتاب بالکل بے تعصبانہ اور دوستانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ اور بعض واقعات کا اختصار صرف اس غرض سے کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت کی زندگی کے سوانح تاریخی واقعات کی حیثیت اور وقعت سے دیکھے جائیں۔ اور ان کی بنا محض خوش اعتقادی پر متصور نہ ہو۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا۔ کہ اس انداز تحریر کی حالت میں

اِس کے ناظرین کا حلقہ زیادہ وسیع ہوگا۔ اور بہت سے ایسے اشخاص جو ان کے رسمی سوانح عمری سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اسے زیادہ توجہ سے پڑھیں گے +

جو واقعات اِس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ اُن کی خاطر خواہ چھان بین کر لی گئی ہے۔ اور باطمینان کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان واقعات کی صحت میں دوست دشمن کسی کو کلام نہیں۔ ہمیں امید ہے۔ کہ جس غرض سے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ وہ غرض اس سے حاصل ہوگی۔ اور آنحضرتؐ کی زندگی کے واقعات کے متعلق جو غلطیاں مشہور ہو رہی ہیں وہ رفع ہونگی۔ اور صداقت اپنی اصلی رنگت میں چمکے گی +

لاہور۔ برہمہ مندر
ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۷ء

پرکاش دیو

سوانح عمری

حضرت محمد صلعم صاحب بانیٔ اسلام

باب اوّل

محمدؐ صاحب کی پیدائش کے وقت اہل عرب کا رسم و رواج اور مذہب۔ محمدؐ صاحب کا حسب و نسب اور ایام طفولیت سن بلوغت سے ۲۵ برس کی عمر تک کا سرسری حال

اہل عرب کا رسم و رواج

اہل عرب زمانۂ قدیم سے لیکر آج تک اپنی آزادی۔ جوانمردی۔ مہماں نوازی۔ شجاعت۔ فصاحت وغیرہ اوصاف کے سبب سے مشہور ہیں۔ مگر باوجود ان عمدہ اوصاف کے اس وقت اُن میں بہت سی رسوم بھی مروج تھیں۔ چنانچہ فسق و فجور۔ رہزنی۔ قزاقی وغیرہ اس درجہ تک بڑھی ہوئی تھیں۔ کہ ان کے حالات پڑھکر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ شراب خوری کی

یہ کثرت تھی کہ بچے نے دودھ چھوڑا اور شراب پینا شروع کی۔ انسان کی جان کا تلف کرنا ان کے لئے کچھ بڑی بات نہ تھی۔ ذرا ذراسی باتوں پر ایسے ایسے جھگڑے اور فساد برپا ہوتے تھے کہ صدیوں تک نہ مٹتے تھے۔ معصوم لڑکیوں کو اس خوف سے زندہ درگور کیا کرتے تھے۔ کہ مبادا ہم کسی کے سسر کہلاویں۔

کثرت ازدواج کے مروّج ہونے کے باعث عورتوں کی حالت بہت خراب تھی۔ مرد جس قدر عورتیں چاہتا تھا کر لیتا تھا۔ اور جس کو جب چاہتا تھا۔ بلا عذر چھوڑ دیتا۔ کینہ حسد اور بغض اہل عرب میں اس قدر تھا۔ کہ وہاں کے جانور بھی ان بدخصائل میں ضرب المثل ہو گئے تھے +

عرب کے خاص خاص مقامات میں ہر سال بڑی دھوم دھام کے میلے بھی ہوا کرتے تھے۔ وہاں ملک کے ہر حصے کے لوگ جمع ہوتے اور جوانمردی کے کرتب دکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ مکّہ میں کعبہ کے معبد پر بھی ایک میلہ ہوا کرتا تھا۔ جو بعد کو اسلام میں اصلاح پاکر حج کے نام سے مشہور ہوا ہے۔ اس میں ملک کے دور دراز شہروں سے لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ کوئی اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیتا تھا۔ کوئی قصیدہ پڑھتا تھا۔ کوئی نیزہ بازی کا ہنر دکھلاتا تھا۔ اور کوئی ذراسی بات پر کسی سے بگڑ کر دونوں قبیلوں میں آتش فساد مشتعل کرتا تھا۔ ان میلوں میں ایسی بیحیائی اور بے غیرتی کی باتیں ہوتی تھیں۔ کہ اُن کا ذکر کرنا بھی شرم کی بات

ہے۔

قدیم اہل عرب ہمیشہ سے ایک خدائے بے ہمتا کو مانتے چلے آئے تھے۔ مگر آنحضرتؐ کے زمانے میں بُت پرستی کی بہت کثرت ہوگئی تھی۔ اور جو لوگ خدا کی ہستی پر یقین رکھتے تھے اُن کا بھی یہ اعتقاد تھا کہ یہ بُت جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ اُس معبود حقیقی کے آگے ہماری سفارش کرینگے۔ اِس زمانہ کے اہل عرب اور اِس زمانہ کے اہل ہنود کا مذہب قریب قریب ایک سا تھا جن مورتوں کی وہ پرستش کرتے تھے۔ وہ اکثر اُن نامور اشخاص کی مورتیں ہوتی تھیں۔ جو اس ملک میں زمانۂ قدیم میں گزرے تھے۔ کوئی گھر اُس وقت ایسا نہ تھا۔ جو بتوں سے خالی ہو۔ تقریباً تمام عرب میں بُتوں کی خدائی ہو رہی تھی۔ غرض محمدؐ صاحب کی پیدائش کے وقت عرب پر ایک ایسی تاریکی اور جہالت چھائی ہوئی تھی۔ کہ اگر اس وقت اس ملک کو کُل برائیوں کا منبع کہا جاتا تو بجا تھا طوطیٔ ہند شمس العلماء مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے اپنے مشہور مُسدس میں عرب کی اس وقت کی جو حالت بیان کی ہے۔ فی الواقع وہ بالکل سچ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:—

اہل عرب کا مذہب

مُسدس

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نما تھا
کہ پیوند ملکوں سے جس کا جدا تھا

نہ وہ غیر قوموں پہ چڑھ کر گیا تھا
نہ اُس پر کوئی غیر فرمانروا تھا
تمدّن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقّی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور
کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے ساماں تھے واں میسّر
کنوَل جس سے کھِل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں
لوؤں کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں
کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں
نہ کھیتوں میں غلّہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اُس کی یہ تھی

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبعِ بشر تھی
خدا کی زمیں بن جتی سر بسر تھی

پہاڑ اور صحرا میں ڈیرہ تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا
کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا
بتوں کا عمل سو بسو جابجا تھا

کرشموں کے راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اِس گھر سے اُبلیگا چشمہ ہدا کا

وہ اِک بُت پرستوں کا تیرتھ بنا تھا
جہاں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بُت پج رہا تھا

قبیلہ قبیلہ کا اِک بُت جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اِک خدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

بس اس طرح وہ بس اُن کو گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

...صاحب کا
...ب نسب
...ور ایام
...طفولیت

غرض جس وقت عرب پر یوں جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت محمدؐ صاحب عرب کے ایک مشہور اور معزز قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ اُنکے پردادا ہاشم نے خانہ کعبہ اور مکہ کو دشمنوں سے بچایا تھا۔ اس واسطے شریف مکہ یا شریف کعبہ کا عہدہ بنی ہاشمیوں کا موروثی حق تھا۔ اور یہ وہ عہدہ ہے جس کی اہل عرب ہمیشہ سے قدر کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ جس وقت محمدؐ صاحب پیدا ہوئے تھے۔ اُس وقت اُنکے دادا عبد المطلب شریف کعبہ تھے۔

عبداللہ بن عبد المطلب نے ۲۴ برس کی عمر میں آمنہ بنت وہب سے شادی کی۔ اور ابھی آمنہ کا نخل مراد سرسبز نہ ہوا تھا۔ کہ عبداللہ کو سفر شام میں ایک قافلۂ تجارت کے ساتھ جانے کا اتفاق پڑا۔ اور واپسی کے وقت بیمار ہو کر مدینہ میں راہِ بقا اختیار کی۔ اُس زمانہ میں جب کہ واقعہؐ فیل کو

عرب کی تاریخ میں اصحاب فیل کا قصہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ اور قرآن شریف سورۂ فیل میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ اصل قصہ یوں ہے کہ ابرہہ اشرم شاہ ابی سینا نے جب یمن کو فتح کر کے وہاں اپنا تسلط بٹھایا۔ تو اسکو معلوم ہوا کہ کل اہل عرب سال بسال مکہ میں حج کے لیے جمع ہوتے ہیں اس نے چاہا کہ یہ سب لوگ یمن میں جمع ہوا کریں۔ چنانچہ اس نے یمن میں کعبہ کی ایک نقل بنوائی اور لوگوں کو ادھر رجوع کرنا چاہا۔ مگر لوگ رجوع نہ ہوتے تھے۔ پھر اس نے ہاتھیوں کی ایک بڑی بھاری فوج جمع کر کے چڑھائی کی مگر اس کی ساری فوج معہ ہاتھیوں کے چیچک کی بیماری سے ہلاک برباد ہو گئی ۔

۴۵ روز ہوئے تھے کہ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۹۔ اگست ۵۷۰ء کو حضرت محمدؐ صاحب پیدا ہوئے ؎

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا	دعائے خلیل اور نوید مسیحا

بزرگ عبدالمطلب بچے کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنتے ہی دوڑے آئے۔ اور معصوم بچے کو اپنی گود میں اُٹھا کر لے گئے اور کعبہ کا طواف کرکے خدا کا شکر ادا کیا۔ چند روز تک خود آمنہ نے اور پھر محمدؐ صاحب کے چچا ابولہب کی ایک لونڈی نے اُن کو دودھ پلایا۔ جب بچہ سات دن کا ہوا تو دستور مُلک کے موافق عبدالمطلب نے اپنے کُل قبیلہ کی دعوت کی۔ اور بڑی خوشی سے جشن منایا۔ اور سب کے سامنے بچہ کا نام محمدؐ رکھا مسلمانوں کی بعض روایتوں میں یوں بھی لکھا ہے۔ کہ آمنہ نے اپنے بچہ کا نام احمدؐ رکھا تھا۔ کیونکہ فرشتے نے اُن کو خواب میں یہ کہا تھا۔ کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اور خدا فرماتا ہے (تمھا) کہ تم اس کا نام احمدؐ رکھیو۔ چنانچہ انہی دو ناموں سے وہ پکارے جاتے ہیں۔

اُس وقت عرب میں یہ دستور تھا کہ اہل ثروت اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے شریف خاندان کی دیہاتی آناؤں کے سپرد کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ آمنہ کے بچے کو بھی قبیلہ بنی سعد کی ایک عورت جس کا نام حلیمہ تھا لے گئی۔ وہ ہر چھٹے مہینے بچے کو اُس کی والدہ اور دادا سے ملانے کے لئے لایا کرتی۔ جب

یہ بچہ دو برس کا ہوا۔ تو حسب دستور دُودھ چھڑایا گیا۔ اور حلیمہ بچے کو لے کر اُن کی ماں کے پاس آئی۔ دانشمند ماں نے اپنے بچہ کو خوب تندرست اور پلا ہوا دیکھ کر اپنے دل میں سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مکہ کی آب و ہوا اس کو ناموافق آئے۔ اور بچہ کی صحت میں فرق للائے۔ اُنہوں نے پھر حلیمہ سے کہا کہ تو اس کو اپنے ہی گھر واپس لے جا۔ جب یہ ہوشیار ہوگا۔ ہم اس کو منگوا لیں گے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمدؐ صاحب کی والدہ بھی اُنہیں اوصاف کی عورت تھیں۔ جیسا کہ اکثر بڑے آدمیوں کی مائیں ہوا کرتی ہیں۔ ہم اپنے ملک میں عموماً دیکھتے ہیں۔ کہ کبھی کوئی ماں اپنے بچے کی صحت کی یوں خبرگیراں و فکرمند نہیں رہتی۔ ہمارے ملک میں بڑے آدمیوں کی نسبت بچے جو زیادہ مرتے ہیں۔ اس کا سبب محض اُن کی ماؤں کی بے احتیاطی اور غفلت ہے۔ پس اِس خیال سے جب محمدؐ صاحب کی والدہ ماجدہ کے حالات پر غور کی جاتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دانا۔ عقلمند اور نہایت دُور اندیش بی بی تھیں۔ اس کے علاوہ قریش کا قبیلہ اپنی فصاحت و بلاغت میں خاص طور پر ممتاز تھا۔ قبیلہ نبی سعد کے لوگ شہر سے دور دیہات میں رہنے والے فصاحت زبان کے لحاظ سے محض اُجڈ گنوار تھے۔ آمنہ کو اس بات کا رنج کیوں نہ ہوگا۔ کہ اس کے بچے کے کان سب سے پہلے گنواری زبان سے مانوس و آشنا ہوں۔ مگر اس بی بی نے اپنے بچے کی

تھیں

حفظ صحت کے لئے جس طرح جدائی کا صدمہ برداشت کیا اسی طرح اس رنج کو خوشی سے سہا۔ نہیں اس میں بھی حکمت خداوندی تھی کہ جو شخص جوان ہو کر کلام کا معجزانہ نمونہ پیش کرنے والا تھا وہ بچپن میں یوں گنوار بے تہذیب چرواہوں میں پلے۔ غرض حلیمہ پھر بچے کو اپنے ساتھ لے کر گھر کو واپس چلی آئی۔ اور دو برس تک اور یعنی چار برس کی عمر تک آمنہ کے بچے نے حلیمہ کے گھر میں پرورش پائی۔ اس کے بعد حلیمہ نے اس بچے کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا +

جب محمدؐ صاحب کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو اُن کی والدہ انہیں اپنے ہمراہ مدینہ لے گئیں اور مدینے سے واپس آتے ہوئے انہوں نے موضع ابوا میں قضا کی۔ اس بیکسی کی حالت میں عبدُالمطلب نے یتیم پوتے کی پرورش اپنے سر پر لی۔ مگر محمدؐ صاحب مشکل سے آٹھ ہی برس کے ہوئے تھے۔ کہ ان کے دادا کو بھی پیغام اجل آ پہنچا۔ اب ابُوطالب جو حضرت کے حقیقی چچا تھے آپ کی پرورش کے کفیل ہوئے +

جس شخص نے اپنے باپ کی شفقت بھری آنکھیں نہ دیکھی ہوں۔ جو کنارِ عاطفت پدری میں آرام سے سر رکھ کر نہ سویا ہو جس نے اپنے باپ کے محبت اور تلطف آمیز کلمات نہ سُنے ہوں جس نے پیارے باپ کی صورت تک نہ دیکھی ہو۔ جو عہد خردی میں ہی اپنی ماں کی پیاری اور من موہنی محبت سے محروم کیا گیا ہو۔

اور جو اس عمر میں کہ جب بچے اپنے والدین کے لاڈ کا لطف اٹھاتے اور بچپن کے امنگ میں ہر قسم کے کھیل کود میں شریک ہوتے ہیں افسردہ اور پژمردہ ہو کر رہ گیا ہو۔ وہ یتیموں کے کملائے ہوئے دلوں اور لاوارثوں کی بیکسی کو خوب سمجھتا ہے ؎

مرا باشد از درد طفلاں خبر	کہ در طفلی از سر گزشتم پدر

شاید اللہ تعالےٰ نے کو ان پر ان مصیبتوں کے ڈالنے سے بھی یہ ہی منظور تھا۔ کہ ان کے مزاج میں اعلےٰ درجے کا حلم۔ صبر اور رحم پیدا ہو جائے۔ اور وہ اس ہمدردی۔ بردباری اور غمخواری سے اپنے ہموطنوں کو چاہِ گمراہی سے باہر نکالیں +

غرض ان سب واقعات نے محمدؐ صاحب میں سوچ اور بچار میں وہ عادت پیدا کر دی تھی کہ معمولی آدمیوں میں اس کا پایا جانا قریباً غیر ممکن ہے۔ ان کے وطن کے پہاڑ ٹیلے۔ ریگستان اور سنسان بیابان ان کی قوت متفکرہ کے شریک حال اور رفیق غمگسار تھے۔ محمدؐ صاحب کی عادت تھی۔ کہ وہ آٹھ برس ہی کی عمر سے باہر پہاڑوں اور بیابانوں میں اکیلے پھرا کرتے اور صحیفۂ فطرت (نیچر) کا سبق پڑھتے تھے۔ وہ ایک سنسان غار میں جو تاریخ میں غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے جا کر اپنے وقت کا بہت سا حصہ صرف کیا کرتے تھے +

ابُوطالب نے اپنے یتیم بھتیجے کو نہایت شفقت اور محبت سے پالا۔ اور محمدؐ صاحب کو اُن سے اس قدر محبت ہو گئی۔ کہ ان دونوں کو زیادہ دیر تک ایک دوسرے سے جُدا رہنا گوارا نہ تھا۔ چنانچہ

ایک دفعہ جب محمدؐ صاحب کی عمر بارہ برس کی ہوئی۔ تو ابوطالب کو سفر شام پیش آیا۔ محمدؐ صاحب کو اس خبر سے نہایت رنج پہنچا۔ ان کا دل بھر آیا۔ اور وہ اپنے چچا کے گھٹنوں سے لپٹ گئے۔ اور یہاں تک التجا کی کہ آخرکار ابوطالب نے انہیں اپنے ہمراہ لے جانے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا ۔

سن بلوغت ۲۵ برس کی عمر تک کا سرسری احوال

مسلمانوں کی روایتوں میں لکھا ہے۔ کہ جب قافلہ سفر کرتا ہوا بصرہ میں پہنچا۔ تو وہاں بحیرہ نامی ایک راہب سے محمدؐ صاحب کی گفتگو ہوئی۔ وہ ان کی ذہانت فطانت۔ خوش بیانی اور شیریں کلامی سے بہت حیران ہوا ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی	مے تافت ستارۂ بلندی

اس راہب نے ابوطالب کو بچے کی خبرگیری کی بہت تاکید کی۔ اور انہیں یقین دلایا کہ یہ لڑکا آفتاب عرب ہوگا۔ اور عرب سے بت پرستی کا نام و نشان مٹائیگا۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ یہودیوں کے پھندے میں پھنس جائے۔ اور وہ اس کو مار ڈالیں ۔

بعضی روایتوں میں لکھا ہے۔ کہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ وہ شخص ہے۔ جس کے آنے کی خبر مسیح ابنِ مریم نے دی تھی۔ اور بیشک یہ خدا کا رسول اور خاتم النبیین ہوگا۔ ابوطالب نے بحیرہ کے یہ خیالات سن کر محمدؐ صاحب کی حفاظت میں نہایت اہتمام کیا ۔

محمد صاحب کو اس سفر سے بہت فائدہ پہنچا۔ انہوں نے
ان پہاڑوں اور شہروں کو دیکھا۔ اور ان کے حالات دریافت کئے
جو عرب کی تواریخ میں مشہور اور معروف تھے سفر کرتے ہوئے مختلف
قطعات ملک کو دیکھ کر ان کے دل میں خدائے عزّ وجل کی شان و
شوکت کا ایک اعلےٰ خیال آتا تھا۔ پہاڑوں۔ جنگلوں۔ ریگستانوں
ندیوں۔ نالوں۔ غرض کل کائنات عالم نے ان کے دل پر ایک
ایسا بڑا بھاری اثر کیا۔ کہ جب کبھی بعدہٗ انہوں نے خدا کی
ہستی میں کچھ دلیل دینی چاہی تو انہیں چیزوں کی طرف اشارہ
کیا۔ اور کہا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ کل چیزیں کس نے پیدا کی
ہیں۔ اور کس طرح زبان حال سے یہ اُس کی ہستی پر
شہادت دے رہی ہیں*

تھوڑے دنوں بعد قبیلۂ قریش اور بنی ہوازن میں لڑائی
شروع ہوئی۔ یہ وہ لڑائی ہے جو عرب کی تواریخ میں "حرب الفجار"
کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت محمدؐ صاحب کی عمر چودہ یا پندرہ
برس کی تھی۔ وہ ابوطالب کے ہمراہ دو لڑائیوں میں شریک
ہوئے۔ یہ صرف پہلی ہی دفعہ تھی کہ محمدؐ صاحب لڑائی میں شامل ہوئے
تھے۔ اس کے بعد پھر قریباً ۲۵ برس کی عمر تک ان کی زندگی
ایک عام شخص کی زندگی کی طرح رہی۔ اس اثناء میں کوئی ایسا
معاملہ نہیں ہوا کہ جوان کی عمر کا مشہور واقعہ ہو۔ ہاں البتہ انہوں
نے یمن وغیرہ کے اطراف میں سوداگری کے لئے سفر کئے۔ جن سے

اُن کی دیانتداری وایمانداری۔ سچائی اور خوش اطواری اس درجے ظاہر ہوئی۔ کہ لوگوں نے ان کو صادق اور امین کا خطاب دیا +

انہیں ایام میں مکہ میں ایک بیوہ عورت خدیجہؓ نام رہتی تھی پہلے اس نے دو نکاح کئے تھے۔ اس کا پچھلا خاوند بہت مالدار تھا۔ جب وہ مر گیا۔ تو اُس کو ایک کارندہ کی ضرورت ہوئی۔ محمدؐ صاحب کی تعریف سُن کر اُس نے ان کو اپنا کارندہ مقرر کرنا چاہا۔ اور کہا کہ معمولی تنخواہ کی بجائے دوگنی تنخواہ دونگی۔ محمدؐ صاحب نے ابوطالب سے صلاح کرکے یہ نوکری منظور کرلی۔ وہ خدیجہ کا مال تجارت لے کر یمن کو گئے۔ اور اس کام میں نہایت معقول نفع کما کر لائے۔ محمدؐ صاحب کی کارگزاری محنت اور دیانتداری سے خدیجہ اس قدر خوش ہوئی کہ اُس نے انہیں شادی کا پیغام بھیجا۔ اس وقت محمدؐ صاحب کی عمر ۲۵ برس کی تھی اور خدیجہ کی عمر چالیس برس کی۔ نہایت خوشی اور باہمی رضامندی سے دونوں کی شادی ہوگئی۔ اور خدیجہ نے اس تقریب کی خوشی میں قبیلۂ قریش کی بڑی دھوم دھام سے دعوت کی۔ اس شادی سے میاں بیوی کے ۱۵۔۱۶ برس نہایت دلی آرام سے کٹے۔ اس کے بعد محمدؐ صاحب کی عمر میں ایک نیا زمانہ شروع ہوا +

باب دوم

محمدؐ صاحب و خدیجہ کے باہمی معاشرت۔ ملکی بھلائی میں کوشش۔ اور زید غلام کی آزادی۔ گوشہ گزینی کی رغبت اور خدا سے برحق کی طرف توجہ۔ صداقت کا ظہور۔ درجہ نبوت۔ خدیجہ اور علیؓ اور دیگر اشخاص کا ایمان لانا۔ قریش کا مسلمانوں کو ایذائیں دینا۔ مسلمانوں کا ترک وطن کر کے ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جانا۔ ابوطالب اور خدیجہ کی وفات۔ قریش کا محمدؐ صاحب اور ان کے اصحاب پر ظلم۔ مجبور ہو کر طائف کو جانا۔ وہاں سے بھی نکالا جانا۔ سودہ کے ساتھ نکاح اور عائشہ کے ساتھ نسبت۔ وعظ میں ثابت قدمی۔ چند اہل مدینہ کا ایمان لانا۔ ان کا عہد و پیمان۔ معراج کا واقعہ۔ قریش کی آپ کے قتل کی سازش۔ محمدؐ صاحب کا وطن چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جانا +

محمدؐ صاحب و خدیجہ کی باہمی معاشرت

چونکہ خدیجہ ایک مالدار عورت تھی۔ اور اس نے خود ہی محمدؐ صاحب سے شادی کا پیغام کیا تھا۔ اس واسطے محمدؐ صاحب کو کئی باتوں سے بیفکری ہو گئی۔ وہ خدیجہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور جس طرح وہ کہتی تھی بلا تامل ویسا ہی کرتے۔ خدیجہ کو بھی ان کی خاطرداری بہت منظور تھی۔ چنانچہ محمدؐ صاحب کی شادی کا حال سن کر جب ان کی دودھ ماں۔ حلیمہ ان کے پاس آئی۔ اور اپنی مفلسی کا ذکر کیا۔ تو محمدؐ صاحب نے خدیجہ سے اس کی سفارش کی۔ اس نے فی الفور حلیمہ کو چالیس بھیڑیں دیں۔ اور وہ لے کر خوشی خوشی اپنے گھر چلی گئی +

خدیجہ سے محمدؐ صاحب کے ہاں چار لڑکیاں ہوئیں اور ایک لڑکا جس کا نام قاسم رکھا گیا۔ مگر قاسم عہد مہد میں ہی مر گیا۔ خدیجہ جب تک جیتی رہی محمدؐ صاحب کی وفادار اور سچی منکوحہ رہی۔ محمدؐ صاحب بھی اس کی محبت ایثار اور ایمانداری کی ہمیشہ تعریف کرتے رہے اور جب تک وہ زندہ رہی۔ محمدؐ صاحب نے دوسری شادی نہیں کی۔ اس کی موت کے بعد بھی جب کبھی اُسے یاد کرتے۔ تو آہ سرد بھرتے۔ مسلمانوں کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جب محمدؐ صاحب نے عائشہؓ سے نکاح کیا۔ تو ایک روز عائشہ نے محمدؐ صاحب کو خدیجہ کو حسرت کے ساتھ یاد کرتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ "اے رسول اللہ۔ کیا خدیجہ بوڑھی نہ تھی۔ اور اللہ نے آپ کو اس کی بجائے بہتر عورت نہیں عطا کی ہے"؟ محمدؐ صاحب نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ جب میں غریب تھا۔ تو اس نے مجھ سے شادی کر کے مجھے دولتمند بنایا۔ جب سب لوگ مجھ کو جھوٹا کہتے تھے۔ تو اس نے مجھے سچا جانا۔ جب کُل عرب میرے برخلاف تھا۔ تو اس نے میرا ساتھ دیا۔ محمدؐ صاحب کی چاروں لڑکیوں کے یہ نام ہیں۔ رقیہ جو عثمانؓ بن عفان سے بیاہی گئی۔ زینب جو اُبو العاص سے بیاہی گئی۔ فاطمہ جو علیؓ سے بیاہی گئی۔ اور اُم کلثوم +

ملکی بھلائی میں کوشش

خدیجہ کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد محمدؐ صاحب نے اپنے ملک

[1] محمدؐ صاحب نے تمام عمر میں صرف ایک ہی کنواری لڑکی سے نکاح کیا اور وہ عائشہ بنت ابوبکر تھی +

کی بہبود کی طرف توجہ کی۔ اول ہی اول انہوں نے اُس عہدِ پیمان کو جس کی رُو سے مکہ کی چار دیواری کے اندر کسی قسم کا ظلم کرنے کی کسی شخص کو اجازت نہ تھی۔ پھر زندہ کیا۔ اور اس میں انہوں نے عرب کے چار اور قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا۔ اور جو عملدرآمد اس کا ہوا۔ وہ انہیں کی تن دہی سے ہوا +

× چند روز بعد عثمان بن حارث نے جو عیسائی ہوگیا تھا اپنے اہلِ وطن اور قوم کے ساتھ دغا بازی کرکے مکہ کو اہلِ یونان کے سپرد کرنے کی کوشش کی۔ مگر محمدؐ صاحب نے اس میں ایسے تن من اور دھن سے کوشش کی۔ کہ اپنی زاد بوم کو غیر قوم کی غلامی میں آنے سے بچالیا۔ اور یہ واقعۂ عرب کی تواریخ میں اعلےٰ درجے کی شہرت رکھتا ہے +

جب محمدؐ صاحب کی عمر ۳۵ برس کی ہوئی۔ تو اہلِ مکہ میں سنگِ اسود کے اُٹھانے پر سخت جھگڑا ہوا۔ اُس کا قصہ یوں ہے۔ کہ کعبہ میں آگ لگ جانے سے وہ معبد جو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا گر گیا۔ اب اہلِ مکہ نے اس کو ازسرِنو تعمیر کرنا چاہا۔ مگر اس بات کا جھگڑا ہوا۔ کہ سنگِ اسود کو جو حضرت ابراہیمؑ کا نشانِ معبد ہونے کی وجہ سے نہایت مُقدس سمجھا جاتا تھا کون اُٹھا کر لگائے۔ ہر قبیلہ اس اعزاز کو اپنے لئے طلب کرتا تھا۔ آخر سب کی یہ رائے ہوئی۔ کہ جو شخص علے الصباح سب سے پہلے حرم کے دروازہ سے اندر آئے۔ اُس کی رائے پر فیصلہ کیا جائے۔ اِتفاق کی

بات علی الصباح محمدؐ صاحب ہی سب سے اول آئے۔ چنانچہ اُن کی رائے پر ہی یہ معاملہ چھوڑا گیا۔ انہوں نے سوچ کر یہ تجویز بتائی۔ کہ ایک بڑی چادر زمین پر بچھائی جائے۔ اور اس پر وہ خود سنگِ اسود کو رکھ دیں۔ پھر ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی چادر کا کنارہ پکڑ کر اس کے اٹھانے میں شریک ہو جائے اور جہاں سنگِ اسود کو رکھنا ہو رکھ دیویں۔ محمدؐ صاحب کے اس فیصلہ سے سب لوگ بہت خوش ہوئے +

زید غلام کی آزادی

اس کے چند روز بعد محمدؐ صاحب نے ہمدردیٔ بنی نوع انسان کا ایک پورا پورا نمونہ نہ صرف اپنے اہلِ وطن بلکہ کل دنیا کو کر دکھایا وہ یہ تھا۔ کہ زید ابنِ حارث کسی لڑائی میں پکڑا گیا۔ اُس کے دشمنوں نے اس کو خدیجہ کے بھتیجے کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ بھتیجے نے یہ غلام اپنی پھوپھی کی نذر کیا۔ محمدؐ صاحب نے زید کی حالت پر رحم کھا کر اس کو خدیجہ سے مانگ لیا۔ اور آزاد کر دیا۔ زید کے باپ کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ کچھ روپیہ لے کر اس کے رہا کرانے کے لئے آیا۔ تو محمدؐ صاحب نے کہا۔ یہ آزاد ہے۔ اُس کی مرضی چاہے یہاں رہے۔ چاہے آپ کے ساتھ چلا جائے۔ مگر زید نے باپ کے ساتھ جانا منظور نہ کیا۔ بلکہ محمدؐ صاحب کے پاس ہی رہنا پسند کیا۔ اور محمدؐ صاحب نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے جو نہایت خوبصورت اور ایک اعلیٰ خاندانِ عرب سے تھی نکاح کروا دیا +

گوشہ گزینی کی محبت اور خدائے برحق کی معرفت

ان تمام واقعات کے ساتھ ساتھ ہی محمدؐ صاحب کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر بے انتہا کڑھتا اور دُکھتا تھا۔ وہ بُت پرستی کو دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔ عورتوں کے حال زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے ہوئے دیکھ کر اُن کا جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ مگر کچھ کر نہ سکتے تھے۔ ایسے ایسے واقعات سے گھبرا کر وہ اکثر تنہائی میں رہتے۔ اور اُن کے دفعیہ کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ ان کا معمول تھا۔ کہ ہر سال رمضان کا مہینہ غارِ حرا میں رہ کر خدا کی یاد میں بسر کرتے۔ اور جو کوئی بھولا بھٹکا مسافر اُدھر جا نکلتا اُس کی رہنمائی اور دستگیری کرتے۔ خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگتے کہ کسی طرح ان کا ملک چاہِ جہالت سے نکلے۔ وہ خدا کی درگاہ میں سربسجود روتے۔ آخرکار جوئندہ یابندہ

صداقت کا ظہور

الہامِ الٰہی کا چشمہ اُن کے دل میں پھوٹا۔ اور نورِ خداوندی کا چمکارا چمکا۔ ان کا دل اُس مبارک درجے کو پہنچ گیا کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی معلوم کرسکے۔ اور ان کو یقین ہوگیا کہ بس خدا نے مجھ کو اسی مطلب کے واسطے پیدا کیا ہے۔ کہ میں اپنے مُلک سے اس جہالت کو دُور کروں۔ اُن کو اس بات کا بھی یقین ہوگیا۔ کہ جب انسان بہت گناہ کرتے ہیں اور دینِ حق کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو خدا اُن کو راہِ راست پر لانے کے لئے ایک نہ ایک شخص کو پیدا کردیتا ہے۔ چنانچہ اب اُس نے یہ بارِ امانت میرے سر پر ڈالا ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے اس نے ابراہیمؑ۔ موسٰےؑ۔ عیسٰےؑ

درجہ نبوت

وغیرہ کے سر پر ڈالا تھا۔ یہ خیال ان کا عین الیقین کے درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ اکثر غیبی آوازیں سُنا کرتے۔ اور خواب و بیداری میں طرح طرح کے مشاہدات اور رویائے صادقہ دیکھا کرتے۔ وہ جو خواب دیکھتے ہمیشہ سچ نکلتا۔ آخرکار جب اُن کی عمر پورے چالیس سال کی ہوئی۔ تو ایک دن وہ حسب معمول غارِ حرا میں تھے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اُن کو پکار رہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ پڑھ۔ محمدؐ صاحب نے اس کو جواب دیا۔ مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ تب فرشتے نے کہا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۗ ترجمہ۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو خالق ہے جس نے جمے ہوئے لہو سے انسان جیسی پرحکمت مخلوق پیدا کی۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو بہت کرم کرنے والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ آدمی کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا +

خدیجہ علی وغیرہ اشخاص کا ایمان لانا

جب محمدؐ صاحب پر یہ وحی نازل ہو چکی۔ تو وہ خدیجہ کے پاس گھبرائے ہوئے آئے۔ اور سارا ماجرا سُنایا۔ خدیجہ نے ان کو تسلی دی۔ اور کہا کہ بیشک آپ پیغمبر خدا ہیں۔ اور میں تم پر

لہ مسلمانوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے سورۂ علق کی یہی آیت حضرت پر نازل ہوئی تھیں۔ اور یہ پہلی دفعہ تھی کہ حضرت نے جبرئیل فرشتہ کو دیکھا۔ مگر بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ فرشتہ کوئی نہیں آیا۔ صرف ان کے دل ہی میں یہ القا ہوا تھا اور خود بخود ان کی زبان سے یہ پانچ آیتیں نکلی تھیں +

ایمان لاتی ہوں۔ اور اُنہوں نے اُسی دن سے بت پرستی چھوڑ دی۔ خدیجہؓ کا ایک چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل تھا۔ اُس نے یہ حال اُسے سُنایا۔ وہ بھی محمدؐ صاحب پر ایمان لے آیا۔ پھر علیؓ ابن ابی طالب جو ابھی نہایت نو عمر تھا ایمانداروں کے اس مختصر گروہ میں شامل ہوا۔ محمدؐ صاحب اکثر خدیجہؓ اور علیؓ کو اپنے ساتھ لے کر مکّہ کے گرد و نواح کے سنسان پہاڑوں میں چلے جاتے اور وہاں یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ جب وہ عین عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ تو علیؓ کا باپ ابُوطالب وہاں آ پہنچا۔ اور اس نے محمدؐ صاحب سے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے بتا۔ تو کس مذہب پر چلتا ہے؟ محمدؐ صاحب نے کہا۔ مذہب خدا ہے۔ اس کے فرشتوں کا۔ اُس کے پیغمبروں کا اور ہمارے دادا ابراہیمؑ کا۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لئے پیدا کیا ہے۔ کہ مَیں اُس کے بندوں کو جو راہِ راست سے پھر گئے ہیں راہِ حق پر لاؤں۔ اے چچا جان آپ بھی اس کام کے لائق ہیں۔ مناسب ہے کہ مَیں آپ کو بھی راہِ حق کی طرف بلاؤں۔ اور آپ اس کو قبول کر کے اس کے پھیلانے میں میری مدد کریں۔ لیکن ابوطالب نے کہا کہ مَیں اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑنا نہیں چاہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جب تک مَیں جیتا رہونگا تیرا بال بینکا نہ ہونے دوں گا۔ پھر ابوطالب نے اپنے بیٹے علیؓ سے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے؟

علیؓ نے جواب دیا۔ میں خدا اور اس کے پیغمبرؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ اور اس کا ساتھ دونگا۔ تب ابُوطالب نے کہا جاؤ اُن کے ساتھ رہو۔ وہ ہمیشہ تم کو راہِ حق کی طرف بُلائیگا۔

اُس کے بعد آزاد شدہ غلام زید نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کے چند روز بعد حضرت ابوبکر ایمان لائے۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ۴۳ برس کی عمر تک محمدؐ صاحب چُھپکے چُھپکے لوگوں کو بُت پرستی سے منع اور دینِ برحق کی دعوت کرتے رہے آخرکار ایک روز اُنہوں نے اپنے سب رشتہ داروں اور قبیلہ کے لوگوں کو اپنے گھر بُلایا اور اس جلسہ عام میں برملا دعوتِ اسلام کی۔ اس طریق عمل سے لوگوں نے بہت بُرا مانا۔ اور اُس دن مخالفت کا دروازہ کھُل گیا۔ ابُوطالب کی بہت ہنسی اُڑائی گئی۔ مگر اس ہنسی اور طعن و تشنیع نے محمدؐ صاحب کی ہمت بالکل نہ توڑی۔ بلکہ اُنہیں یقین ہو گیا کہ زیادہ ہمت اور تندہی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے کمر ہمت باندھ کر اپنے تئیں ہمہ تن راہِ خدا میں ڈال دیا۔ اور ہر روز سر بازار وعظ و نصیحت کرنی شروع کی۔ اور بُت پرستی کی اس قدر تفضیحک و توہین کی کہ قریش نے سخت تنگ آکر ابُوطالب سے شکایت کی۔ اور کہا کہ ہم کو آپ کا لحاظ ہے ورنہ ہم اِس بے عقل۔ بے دین دیوانے کو ابھی جان سے مار ڈالتے۔ اگر آپ اس کی حمایت کرتے ہیں۔ تو آؤ پھر لڑ کر

فیصلہ کریں۔ ابُوطالب نے اُن کو توٹال دیا۔ مگر محمدؐ صاحب سے بُلا کر کہا۔ کہ بیٹا اس کام سے باز آؤ۔ محمدؐ صاحب نے جب دیکھا کہ اب یہ میری مدد کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ مگر جب تک میرے دم میں دم ہے۔ میں اس کام کو نہیں چھوڑونگا۔ محمدؐ صاحب نے نہایت دردبھرے دل سے گفتگو کی۔ اور گفتگو کرتے وقت ان کا دل بھر آیا اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں +

ابُوطالب پر اس کیفیت کا بہت اثر ہوا۔ اور انھوں نے محمدؐ صاحب کو جو مایوس ہو کر چلے گئے تھے پھر بُلا کر کہا۔ کہ اچھا جو تمہاری مرضی ہو سو تم کرو۔ مَیں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑونگا۔ محمدؐ صاحب نے اب زور شور سے وعظ و نصیحت اور بُت پرستی کی بیہودگی ظاہر کرنی شروع کی۔ مگر قریش پر اس کا کوئی مفید اثر نہ ہوا۔ وہ اور مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔ خوش قسمتی سے ابُوطالب کا لحاظ اور بعض عزیزداروں کی عزیزداری کام دیگئی۔ اور دشمنوں کو بالکل ناکامی ہوئی +

اس کے بعد قریش نے سوچا۔ کہ آؤ محمدؐ صاحب کو کوئی زبردست دُنیاوی لالچ دے کر اس کام سے باز رکھیں۔ چنانچہ ایک شخص محمدؐ صاحب کے پاس گیا۔ اور ان سے یہ کہا۔ آپ بڑے خاندانی اور لائق معزز شخص ہیں۔ مگر آپ نے ہم میں ناحق نفاق ڈال دیا ہے۔ آپ ہمارے بُتوں اور معبودوں کی تضحیک کرتے

ہیں۔ اور ہمارے آباؤ اجداد کو مشرک وگمراہ بتاتے ہیں۔ ہم آپ سے ایک التجا کرتے ہیں۔ آپ سنیئے غور کیجئے کہ وہ قابل پسندیدگی ہے یا نہیں۔ محمدؐ صاحب نے کہا۔ کہو۔ وہ بولا کہ اگر آپ کی غرض مال و دولت اور جاہ و حشمت جمع کرنے سے ہے۔ تو ہم سب مل کر اس قدر خزانہ جمع کر دیتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک میں کسی کے پاس اس قدر دولت نہیں ہوگی۔ اگر آپ اپنے آپ کو بڑا اور صاحب رتبہ بنانا چاہتے ہیں۔ تو ہم آپ کو اپنا سردار اور پیشوا بنا لیتے ہیں۔ اور آپ کی مرضی کے بغیر ہرگز کوئی کام نہیں کیا کرینگے۔ اور اگر آپ کو سلطنت کی ضرورت ہے۔ تو ہم آپ کو اپنا سلطان بنانے کو تیار ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہ جن جو آپ کے سر پر سوار ہے۔ کسی طرح بھی راضی نہیں ہوتا۔ تو ہم کو اجازت ہو کہ ہم کاہنوں کو بلائیں کہ وہ تدابیر مناسب عمل میں لائیں۔ اس پر جو خرچ ہوگا وہ ہم دیں گے۔

جب وہ قریشی قاصد قوم کا پیغام سنا چکا۔ تو محمدؐ صاحب نے اس کے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

"یہ پیغام خدائے رحمان و رحیم کا ہے۔ یہ نوشتہ پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کی آیتیں نہایت سلیس اور واضح ہیں اور تمہاری مادری عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لئے بخوبی بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ نوشتہ خوشنودی خدا کی خوشخبری سنانے اور

عذاب الٰہی کا خوف دلانے والا ہے۔ پر افسوس لوگ اس سے اپنا منہ موڑتے اور کان ہٹاتے ہیں۔ وہ بڑی شیخی میں آکر کہتے ہیں۔ کہ جس بات کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے۔ وہ بات ہمارے دلوں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ ہمارے دل پردوں کے اندر محفوظ ہیں۔ اور ہمارے کان ایسی باتوں سے بلکل بہرے ہیں۔ تیرے اور ہمارے درمیان بڑا بھاری حجاب ہے۔ پس تو جو جی چاہے کر ہم سمجھ لیں گے +

اے پیغمبر تو انہیں کہ دے کہ میں تو بالکل تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں۔ صرف اتنی بات ہے کہ مجھے یہ پیامِ الٰہی پہنچا ہے۔ کہ تمہارا معبود ایک خدائے برحق ہے۔ تم اُسی کی طرف اپنا دل لگاؤ۔ اور اُسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔ بربادی اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لئے جو مخلوق کو معبود کا رتبہ دیتے ہیں۔ راہِ خدا میں کچھ خرچ نہیں کرتے۔ اور دوسری زندگی پر ایمان نہیں رکھتے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور جن لوگوں نے پاکیزہ کاموں سے نئی زندگی اختیار کی ہے۔ انہیں بے انتہا خوشی کی زندگی ملنے والی ہے" +

قریش کے قاصد نے جب یہ الفاظ سُنے۔ اور جوش بھرے دل کی کیفیت دیکھی۔ تو اس پر بندگانہ رُعب چھا گیا۔ وہ مُنہ سے ایک لفظ نہ بول سکا۔ وہ حیران و ششدر رہ کر اپنے رفیقوں کے پاس گیا اور جو کیفیت اس پر گزری تھی وہ کہہ سُنائی +

جب قریش اپنے اس حیلہ میں بھی کامیاب نہ ہوئے تو اُنھوں نے مسلمانوں کو بے انتہا اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانی شروع کیں۔ عزیزوں کا بھی لہو سفید ہو گیا۔ سگا چچا ابُولہب دشمن جانی بن گیا۔ چچی کا یہ حال کہ جنگل کے کانٹے اور گوکھرو سمیٹ لاتی۔ اور جن جن راہوں سے بھتیجا گزرتا وہاں وہ گوکھرو اور کانٹے بکھیر دیتی۔ محمدؐ صاحب کے پاؤں زخمی ہو جاتے۔ وہ بیٹھ جاتے اپنے پاؤں سے بھی کانٹے نکالتے۔ اور راستے میں سے بھی دُور کرتے تاکہ اور چلنے والے بھی اس اذیت سے بچیں ۔

می ریختند در رہ تو خار و باہمہ
چوں گل شگفتہ بود رُخ جانفزائے تو

آپ جب وعظ کہنے کھڑے ہوتے اور قرآن مجید پڑھتے تو لوگ غل مچاتے کہ کوئی شخص ان کی بات نہ سُن سکے۔ آپ کو کہیں کھڑا نہ ہونے دیتے۔ اور جب وہ تنگ ہو کر چلے جاتے تو ان پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے یہاں تک کہ آپ کے ٹخنے اور پنڈلیاں زخمی ہو جاتیں اور خون بہنے لگتا +

ایک دفعہ چند دشمنوں نے انہیں تنہا پا کر پکڑ لیا۔ اور ان کے گلے میں پٹکا ڈال کر اسے مروڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ اُن کی جان نکل جاتی۔ کہ اتفاق سے ابُوبکرؓ آ نکلے۔ اور اُنھوں نے بڑی مشکل سے چھڑایا۔ اس پر ابُوبکرؓ کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے +

قریش کا مسلمانوں کو ایذائیں دینا

حضرت کے اوپر جو ظلم ہوتا تھا اُسے جس طرح بن پڑتا تھا۔ وہ برداشت کرتے تھے۔ مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ دیکھ کر اُنہیں بھی تاب نہ رہتی تھی۔ اُن غریب مومنوں پر ظلم وستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ لوگ اُنہیں پکڑ کے جنگل میں لے جاتے اور برہنہ کرکے شدت کی دھوپ میں جلتی تپتی ریت پر لٹا دیتے۔ اور اُن کی چھاتیوں پر پتھر کی سلیں رکھ دیتے۔ گرمی کی آگ سے تڑپتے مارے بوجھ کے زبان باہر نکل پڑتی۔ بہتیروں کی جانیں اس عذاب میں نکل گئیں۔ بہتیرے اپنے آپ میں ان آفتوں کی برداشت کی طاقت نہ پاکر نہایت لاچاری سے دین کو چھوڑ بیٹھے۔ اُنہیں مظلوموں میں ایک شخص عمار تھا جسے اس حوصلہ و صبر کی وجہ سے جو اُس نے ظلموں کی برداشت میں ظاہر کیا حضرت عمار کہنا چاہئے۔ اُن کی مشکیں باندھ کر انہیں پتھریلی تپتی زمین پر لٹاتے تھے۔ اور اُن کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے۔ اور حکم دیتے تھے۔ کہ محمدؐ کو گالیاں دو۔ یہی حال اُن کے بڈھے باپ کا کیا گیا۔ اِس مظلوم کی بی بی سے جس کا نام سمیّہ تھا یہ ظلم نہ دیکھا گیا اور وہ عاجزانہ فریاد زبان پر لائی۔ اس پردہ بیگناہ ایماندار عورت جس کی آنکھوں کے رُوبرُو اس کے شوہر اور جوان بچے پر ظلم کیا جاتا برہنہ کی گئی۔ اور اُسے سخت بیحیائی سے ایسی تکلیف دی گئی جس کا بیان کرنا بھی داخل شرم ہے۔ آخر اُس عذاب شدید میں تڑپ تڑپ کر اس ایماندار بی بی کی جان

نکل گئی +

غرض اُن ایمانداروں پر عذاب کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم کیا گیا۔ اور عجب مصیبت میں ان بیچاروں کی جانیں پھنس گئی محمد صاحب اپنی آنکھوں سے ان بیچاروں پر یہ ظلم ہوتا دیکھتے تھے۔ اُن کا جگر مظلوموں کی ہمدردی میں پاش پاش ہوتا۔ مگر کچھ نہ کر سکتے تھے +

مسلمانو تنگ ہو کر کے ابی سینیا کی طرف ہجرت کی

مومنین کی یہ دردناک حالت دیکھ کر اور اپنے میں حفاظت اور مقابلے کی طاقت نہ پاکر آپ نے انہیں یہ صلاح دی کہ تم نے راہِ خدا میں قدم رکھا ہے۔ تو ان تکلیفوں سے نہ گھبراؤ۔ اور اللہ کا نام لیکر ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ اُن کے کہنے کے بموجب چند قبیلوں کے لوگ جو اپنی جان سے بھی تنگ تھے مع اپنے عیال و اطفال کے اپنا گھر بار چھوڑ کر ابی سینیا کو روانہ ہوگئے۔ اور اُن کے بعد اَور بہت سے لوگوں نے ترک وطن اختیار کیا۔ یہ جلاوطنی جسے مسلمانوں نے ہجرت کے نام سے موسوم کیا۔ پانچویں سال نبوت مطابق سنہ ۶۱۵ع وقوع میں آئی +

جب قریش کو یہ خبر پہنچی کہ مسلمان مُلک حبشہ کو ہجرت کر گئے ہیں۔ تو انہوں نے وہاں تک اُن کا تعاقب کیا۔ اور نجاشی شاہِ ابی سینیا کی خدمت میں پہنچے۔ اور بعض کی نسبت یہ بیان کیا کہ وہ ہمارے بھاگے ہوئے غلام ہیں۔ اور ہمیں انکی گرفتاری کا حق حاصل ہے +

شاہ حبشہ نے ان جلاوطنوں کو اپنے روبرو طلب کیا۔ اور اُن کے دشمنوں نے جو کچھ بیان کیا تھا وہ پیش کیا۔ تب جعفرؓ ابن ابی طالب جو حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی تھے بادشاہ کی خدمت میں آگے بڑھے اور سب کی طرف سے اپنا حال یوں عرض کیا:-

"اے عالیجاہ شاہ! ہمارا حال یہ ہے۔ کہ ہم جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے مُردار کھایا کرتے تھے۔ گندی فحش باتیں بکتے تھے۔ ہم میں کوئی انسانیت کی خوبی نہ تھی۔ خداوند تعالےٰ نے جس کا فضل سارے جہان پر چھایا ہوا ہے۔ محمدؐ کو ~~جس~~ جس پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ ہمارے لئے رسول بنا کرکے بھیجا۔ اس کی شرافت نسب۔ راست گفتاری۔ صفا باطنی اور دیانتداری سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی۔ اور وہ اللہ کا یہ پیغام لے کر ہمارے پاس آئے کہ صرف ایک خدا پر ایمان رکھو۔ اس کی ذات وصفات میں اور کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ۔ بتوں کی پرستش مت کرو۔ راست گفتاری اپنا شعار ٹھیراؤ۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرو۔ اپنے تمام ابنائے جنس سے ہمدردی رکھو۔ پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ عورت ذات کی عزّت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ پاکیزگی اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ خدا کی عبادت کرو۔ اس کی یاد میں کھانا پینا تک بھول

جاؤ۔ راہِ خدا میں غریبوں کی مدد کے لیئے خیرات کرو ۔

اے بادشاہ یہ اُس رسول کی تعلیم ہے۔ ہم لوگ اس پر ایمان لائے ہیں ۔ اور اس کی تعلیم کو ہم نے قبول کر لیا ہے۔ خاص کر اس حکم کو کہ پتھر کے بیجان بتوں کی پرستش نہ کرو۔ بلکہ صرف خدائے واحد کی پرستش کرو۔ صرف اس ایمان لانے پر ہمیں وہ وہ ایذائیں دی گئی ہیں کہ ہمیں بال بچے گھر بار تک چھوڑ کر جلاوطن ہونا اور راہِ غربت اختیار کرنا پڑا ہے ہمیں اپنے دیس میں کہیں پناہ نہ ملی۔ آخر ہم سب پردیسیوں نے تیرے ملک میں آکر پناہ لی ہے تیرے انصاف اور رحم سے ہمیں امید ہے۔ کہ تو ہم غریبوں پر ظلم نہ ہونے دیگا"

جعفرؓ نے اس رقت بھرے دل سے اس تقریر کو ادا کیا کہ نجاشی پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اور اس کا دل اُس رسولِ عربی کی اَور تعلیم سُننے کا آرزومند ہوا ۔ اس نے جعفرؓ سے کہا کہ جو کلام تمہارے نبی پر اُترا ہے اس میں سے بھی کچھ پڑھ کر سناؤ۔ تب جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند ابتدائی آیتیں ولادت مسیحؑ کے باب میں پڑھ کر سُنائیں۔ اور جب وہ ان الفاظ پر پہنچے۔ کہ" اے مریم خوش ہو کر کھا پی۔ اور اس ننھے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر" تو کلام کی خوبی۔ وقت کی کیفیت ۔ صداقت کا اثر۔ نیک نیتی کا نور۔ ان سب چیزوں نے ایک عجیب حالت طاری کردی۔ نیکدل شاہ حبش کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے ۔ اور

دل سوزاں۔ وہ بول اُٹھا کہ "یہ اُسی نُور کی شعاعیں ہیں جس کا جلوہ مُوسیٰ پر ہوا تھا"۔ یہ کہ کر اُس نے صاف انکار کر دیا۔ کہ یہ مظلوم قریش کے سفیروں کے حوالے نہیں کئے جا سکتے۔ اور سفیرانِ قریش کو ناکام رخصت کیا۔ اور ان مومنینِ عرب کو نہایت خوشی سے اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی +

نجاشی کو اِس نئے دین میں بے اختیار دلچسپی پیدا ہو گئی۔ کلامِ پاک کے الفاظ کچھ ایسے مناسب وقت میں اس کے رُوبرو پڑھے گئے تھے کہ اس کے دل میں کھُب گئے۔ وہ جعفر کو رخصت کر دیتا تھا پھر تنہائی میں سوچتا تھا تو اس کے دل میں کشمکش شروع ہوتی تھی۔ وہ جعفر کو پھر بُلاتا اور اپنے عقیدے کا اس کے عقیدے سے مقابلہ کرتا تھا۔ بار بار پُوچھتا تھا۔ کہ تم مسیح کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ جعفر کہتے کہ وہ برگزیدہ بندۂ خدا تھا جسے اللہ نے اپنا نبی اور رسُول بنا کر بنی اسرائیل کے لئے بھیجا +

ان تمام تقریروں اور مباحثوں کے بعد نجاشی صداقت کا قائل ہوا۔ اور کہا کہ اگر مُہماتِ شاہی مُہلت دیتیں تو مَیں خود عرب کو چلتا اور اُس شاہِ عرب کا چاکر بنتا ؎

اگر تاجور سر بر افراختے	کمر بندِ او چاکری ساختے

اِدھر جب مسلمانوں نے اپنی جان بچا کر ابی سینیا میں پناہ لی۔ تو اُدھر محمدؐ صاحب اکیلے قریش میں وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ اُنہوں نے محمدؐ صاحب کو ایسا تنگ کیا۔ کہ جب وہ کھانا کھانے

بیٹھتے۔ تو وہ کوڑا کرکٹ اُٹھا کر اُن کے کھانے میں گرا دیتے۔ مگر
وہ اللہ کے عاشق ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے ذرا بھی نہ
جھجکتے۔ اور اپنے کام پر ثابت قدم رہے۔ ایذاؤں سے۔
دشمنیوں سے۔ مال و دولت کے لالچ سے۔ غرض ہر طرح اُن کی
راہ میں مشکلات پیدا کیں۔ مگر وہ اپنے ارادہ سے نہ ہٹے۔ ان
مصیبتوں اور آفتوں کو برداشت کرتے کرتے ہی انہوں نے
یہ نئی کامیابی حاصل کی۔ کہ ان کا چچا حمزہ اور مکہ کے ایک مشہور
اور صاحب رسوخ شخص جن کا نام عمرؓ تھا ایمان لائے۔ عمرؓ کے ایمان عمر کی تبدیلی
لانے کا قصہ بہت دلچسپ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب قریش مسلمانوں پر ظلم
کرتے کرتے تھک گئے۔ اور آنحضرتؐ کے استقلال اور ثابت قدمی
میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ کہ ایک روز ایک شخص نے جس کا
نام اہل اسلام نے اُس کی جہالت کی وجہ سے ابوجہل رکھا ہے
اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کر کے نہایت ملامت آمیز تقریر سے
اُنہیں شرمندہ کیا۔ اور کہا کہ تمہیں ڈوب مرنا چاہیئے۔ کہ
تمہارا دین اس طرح بدنام کیا جائے۔ اور تمہارے معبودوں کو
گالیاں دی جائیں اور تمہارے بزرگ جہنم کی آگ کا ایندھن قرار
دیئے جائیں اور تم پر اثر نہ ہو۔ کیا یہ سخت بے غیرتی اور ذلت
کی بات نہیں کہ ہم سُست بیٹھے رہیں۔ اور اس ایک شخص کا
جس نے اکیلے ہماری قوم میں آفت مچا رکھی ہے کچھ تدارک نہ
کر سکیں؟ مجھ سے یہ ذلت نہیں دیکھی جا سکتی۔ میں اس بھری

مجلس میں اشتہار دیتا ہوں کہ تم میں سے جو کوئی محمدؐ کو قتل کرے میں سَو اونٹ نہایت اعلےٰ قسم کے اُسے اس قومی خدمت کے لئے انعام دونگا"۔

عمرؓ نے جس کی بہادری اور شجاعت اور آنحضرتؐ سے مخالفت تمام قریش میں مشہور تھی اُٹھ کر کہا۔ کہ اِس وعدہ کو پورا کرنے کا مجھے پختہ قول دو۔ مَیں اس مہم کو سر کرکے دکھلاؤنگا۔ ابُوجہل عمرؓ کو کعبہ میں لے گیا۔ اور ہبل کے آگے جو قریش کا سب سے بڑا بُت تھا اپنے وعدہ کے پُورا کرنے کی سخت قسم کھائی۔ عمرؓ نے بھی اسی طرح اس بُت کے روبرو عہد کیا۔ کہ میں بھی جب تک اس دشمن قوم کو قتل نہیں کرلونگا آرام سے نہیں بیٹھونگا اور تلوار ہاتھ سے نہیں رکھونگا۔

یہ کہہ کر عمرؓ نے آنحضرتؐ کے مکان کی طرف رُخ کیا۔ آپ اُن دنوں اپنی نشست اپنے ایک دوست ارقم کے ہاں رکھتے تھے۔ وہ مکان اچھی گنجائش کا تھا۔ وہاں سب مظلوم مومنین جمع ہو جاتے عبادت کرنے۔ اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں کرتے۔ اُس روز بھی حسب معمول یہ لوگ جمع تھے۔ دروازے کی کنڈی بند کر رکھی تھی اور سب مومنیں اس انعام قتل کی خبر سے جو اُن کو کسی طرح پہنچ گئی تھی دہشت زدہ بیٹھے تھے۔

عمرؓ نے خونخوار تلوار ہاتھ میں لئے آنحضرتؐ کے قتل کے لئے قدم اُٹھایا۔ راستے میں کوئی دوست ملا۔ اور اس نے پوچھا کہ

اس تیز قدمی کے ساتھ کہاں کی چڑھائی ہے؟ عمر نے سارا ماجرا سُنایا۔ اُس شخص نے کہا۔ کہ "اے عمر! تو اسلام کی جڑ کاٹنا اور اس کے بانی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ مگر تجھے یہ خبر نہیں کہ خود تیری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ تجھ کو چاہئے کہ پہلے اُن کو قتل کرے۔ اگر تجھ میں کچھ انصاف اور غیرت ہے تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے۔ یہ سُن کر عمر کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اس نے پہلے اپنی بہن کی ہی صفائی کرنی ضروری جانی۔ وہ فوراً اپنی بہن کے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ بند تھا اور اس کی بہن اور بہنوئی آنحضرتؐ کے ایک رفیق سے جن کا نام **خباب** تھا قرآن مجید سُن رہے تھے۔ عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بہنوئی نے خباب کو جھٹ کسی کونے میں چھپا دیا۔ بہن نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اور بھائی کو آگ بگولا دیکھ کر ڈر گئی +

جب بہن نے بھائی کو اپنے قتل پر آمادہ پایا۔ تو بولی کہ بھائی! جس چیز کو سُن کر ہم نے اپنا دین بدلا ہے۔ لہذا وہ چیز تم بھی سُن لو۔ اگر اس کا اثر تمہارے دل پر نہ ہو۔ تو تمہیں اختیار ہے کہ مجھے اور میرے شوہر کو قتل کر ڈالو +

عمر بہن کی یہ بات سُن کر متعجب رہ گئے۔ اور کہا کہ اچھا لاؤ وہ چیز مجھے سُناؤ۔ اُسی وقت خباب کو اندر سے بلا لائے اور درخواست کی کہ وہ کچھ قرآن مجید پڑھ کر سُنائیں۔ خباب نے سورۂ طٰہٰ پڑھنی شروع کی۔ جس کے شروع کی چند آیات کا ترجمہ یہ ہے :-

اللہ کے نام سے جس کی رحمت اور مہربانی کی کوئی انتہا نہیں۔
طٰہٰ۔ ہم نے قرآن تجھ پر اس لئے نازل نہیں کیا۔ کہ تو دکھ پائے
یہ تو خدا سے ڈرنے والوں کے لئے صرف نصیحت ہے۔ اس کے
پاس سے اُترا ہے۔ جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمانوں کو
پیدا کیا۔ وہ رحمت والی ذات جس کا عرش بریں پر راج ہے۔ وہ
ہی خالق و مالک ہے ہر چیز کا جو آسمانوں پر ہے۔ جو زمین میں ہے
جو ان کے درمیان ہے۔ اور جو اس کُرہ خاک کے تلے ہے۔ اے
انسان تو منہ سے بول یا نہ بول۔ وہ بھیدوں کو اور بھیدوں سے
بھی زیادہ چھپی باتوں کو جانتا ہے وہ ہی تمام کائنات کا خدا ہے
اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ دُنیا میں ہر ایک خوبی اور نیکی
اُسی کے نام کی ہے۔ اللہ کا نام سچا اور سب جھوٹا ہے جلن۔
تُو نے مُوسیٰ کی بات بھی سُنی ہے؟ جب اُسے دُور سے
آگ دکھائی دی۔ تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ کہ تم ذرا
ٹھیرو۔ مجھے آگ سی دکھائی دی ہے۔ بس شاید وہاں سے تمہارے
لئے ایک چنگاری لاسکوں۔ یا وہاں الاؤ پر کوئی ہو۔ تو اس سے راہ کا
پتہ پُوچھوں۔ جب مُوسیٰ پاس آیا۔ تو اسے ندا آئی۔ اے مُوسیٰ
یہ تو میں تیرا پروردگار ہوں۔ اپنی جوتیاں نکال ڈال دیکھ تُو وادیٔ
مُقدس کی زمین پر کھڑا ہے۔ میں نے تجھے برگزیدہ کیا۔ تجھے جو حکم
وحی سے دیا جائے۔ اس کو کان لگا کر سُن۔ اس بات کو تحقیق جان
کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو تُو میری ہی عبادت

کرنا۔ اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھنا۔ وہ گھڑی آنے کو ہے جو میں نے سب لوگوں سے چھپا رکھی ہے۔ وہ جزا کی گھڑی ہے۔ جب کہ ہر رُوح جیسا کریگی ویسا بھریگی۔ دیکھ وہ شخص جسے اس پر یقین نہیں آتا۔ اور جو اپنی نفسانی خواہش کا غلام بن رہا ہے۔ کہیں تجھے راہِ حق سے نہ روک دے۔ اور تیری تباہی کا باعث نہ ہو جائے" وغیرہ وغیرہ +

عمر نے ہر چند کوشش کی۔ کہ اس کلام کا اثر ان کے دل پر نہ ہونے پائے۔ مگر ایسا ہونا اُن کی طاقت اور شجاعت سے باہر تھا۔ ایک ایک آیت ان کے دل پر نشتر کا سا کام دے رہی تھی + عمر جنہیں ہم آئندہ حضرت عمر کہینگے یہ کلام سُن کر بیخود ہو گئے اور ان کو بے اختیار ہو کر کہنا پڑا۔ یہ انسانی کلام نہیں۔ یہ کچھ اور چیز ہے! اور درخواست کی مجھے جلد آنحضرتؐ کی خدمت میں لیچلو۔ چنانچہ خباب اُن کے ہمراہ ہوئے۔ اور وہ جھٹ ارقم کے گھر پر پہنچے۔ جہاں مسلمان قتل کی خبر سے نہایت خوف زدہ ہوئے بیٹھے تھے۔ عمر کے دروازہ کھٹکھٹانے سے وہ لوگ کانپ گئے۔ اور نہیں چاہتے تھے کہ دروازہ کھولیں۔ آنحضرتؐ نے خود اُٹھ کر کھولا۔ اور قبل اس کے کہ انہیں دیکھیں فوراً ان کے مُنہ سے نکلا کہ عمر کب تک ہمارے دشمن بنے رہو گے؟ مگر اُس وقت شجاع عمر کی کیا کیفیت تھی؟ تلوار ان کے گلے میں اس طرح پڑی تھی جس طرح بے ہتھیار ہارے دشمن کی۔ آنکھوں سے آنسو رواں

تھے۔ چاہا کہ قدموں پر گر پڑیں حضرتؐ نے گلے سے لگا لیا۔ اور اس قدر جوشِ محبت سے بغلگیر ہو کر ملے۔ اور اس محبت سے اُن کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ جس طرح کوئی مدتوں کے بچھڑے ہوئے سگے بھائی ایک دوسرے سے ملتے ہیں +

تمام مسلمانوں میں یہ خوشی کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ جو مظلوم اپنے گھروں میں خوف زدہ بیٹھے تھے۔ جن بچوں کے ماں باپ۔ جن بیویوں کے شوہر۔ جن بیواؤں کے سرپرست جلاوطن ہو کر پردیس کو نکل گئے تھے۔ اُن کی جان میں جان آئی +

ابوطالب اور خدیجہ کی وفات

لیکن افسوس! جس قدر خوشی اِن دو شخصوں کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ قلق یہ ہوا کہ آنحضرتؐ کے سرپرست چچا اور ان کی غمخوار بیوی خدیجہ دونوں نے اسی سال عالمِ بقا کی راہ لی۔ یہ دونوں موتیں آنحضرتؐ کیلئے صدمۂ عظیم تھا۔ اب محمدؐ صاحب کا کوئی ایسا حامی نہ رہا۔ جو ان کو قریش کے حملوں سے پناہ دیتا۔ اور کوئی ایسا محب نہ تھا جسے وہ اپنا رازِ دل بتلاتے اور وہ اُن کو تشفی و تسلی دیتا۔ غرض محمدؐ صاحب کو ان دونوں کی موت نے بہت بیکس کر دیا۔ مگر جس قدر اُن کی بیکسی بڑھتی جاتی تھی۔ اُتنا ہی اُن کو خدا پر بھروسہ بڑھتا جاتا۔ انہیں یقین کامل تھا کہ وہ ہر حال میں میرا ممد و مددگار ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتا ہے۔ ہمارے اور اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کرتا ہے۔ اُس سے اُن کا دل بڑھتا جاتا تھا۔ اور وہ پھر اپنے کام کو شروع کرتے۔ مگر

جب قریش بہت ہی تنگ کرتے تو پھر بمقتضائے بشریت اپنے چچا ابُوطالب اور اپنی پیاری بیوی خدیجہ کو یاد کرتے ۔

مجبور ہو کر طائف کو جانا اور وہاں سے بھی نکالا جانا

جب ابُوطالب کے مرنے کے بعد قریش نے اُن کو بہت ہی تنگ کیا۔ اور وہ بھی ان کو راہِ راست پر لانے سے مایوس ہو چکے تو اُنھوں نے یہ ٹھانی کہ آؤ اس شہر سے طائف میں چلیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ چنانچہ وہ زید ابن حارث کو اپنے ساتھ لے کر طائف کو گئے۔ تقدیر کی بات وہاں کے لوگ اُن کے وعظ سے ایسے برافروختہ ہوئے کہ اُنھوں نے ان کو وہاں ٹھیرنے تک کی اجازت نہ دی۔ اور پتھر۔ روڑے اور اینٹیں مار مار کر اور لڑکے پیچھے لگا کر اسی وقت شہر سے نکال دیا۔ اُن کے پاؤں۔ ٹخنے۔ پنڈلیاں پتھروں سے زخمی ہو گئیں۔ وہ بیچارے تھکے ماندے شہر سے کچھ فاصلے پر کھجوروں کے درختوں کے نیچے آ کر بیٹھے۔ پنڈلیوں کا خون پونچھتے جاتے تھے اور آبدیدہ ہو کر اپنے خدا کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے دعا کرنے لگے ۔

کہ "اے خداوند میں اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت و پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں؟ مجھ میں صبر کی طاقت اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ میں سب لوگوں میں ذلیل و رسوا ہو گیا ہوں۔ اے خداوند عالم تیرا نام ارحم الراحمین ہے۔ عاجزوں کی عذر پذیری اور مظلوموں کی دستگیری تیری خاص صفت ہے۔ اے پروردگار

تُو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار ہے۔ اور یہ عاجز تیری عنایت اور مدد کا ہر دم امیدوار۔ میں نہایت تقصیروار ہوں۔ لیکن اے رحیم تیرا رحم میری تقصیروں سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ تیری رحمت کا نور دین و دُنیا کی تاریکیوں کو دُور کرنے والا ہے۔ یہ طاقت تیرے سوا اور کسی میں نہیں"۔

لاچار آنحضرتؐ کو طائف سے نہایت ناکامی کے ساتھ واپس آنا پڑا۔ اُن کے واپس آنے سے پہلے مکّہ میں یہ خبر پہنچ گئی تھی۔ کہ اہلِ طائف نے محمدؐ کو دھکّے دے کر اپنے شہر سے نکالدیا۔ اور لڑکوں تک نے اُنہیں پتھر مارے۔ اور ان کا تعاقب کیا۔ اِس خبر کو کفّارِ مکّہ نے بہت رنگ آمیزی سے بیان کیا۔ اور تیار ہو گئیں کہ اب اگر محمدؐ مکّہ میں بھی واپس آئے۔ تو اسے شہر میں ہرگز نہ گھسنے دو۔ آنحضرتؐ کو بھی یہ خبریں پہنچ گئیں۔ اور وہ اِن خطرناک حالات میں مکّہ میں داخل ہونے سے جھجھکے۔ آپ نے بعض اپنے پُرانے واقفکاروں ہموطنوں کے پاس پیغام بھیجے۔ کہ کیا تم مجھے للہ اپنی پناہ میں لے سکتے ہو۔ میں تمہیں اپنا دین اختیار کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتا۔ لیکن صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے کلامِ الٰہی کے سُنانے کی اجازت مل جائے۔ اور وہ کلام لوگوں کے کانوں تک پہنچ جائے۔

سب دوستوں اور عزیزوں نے نہایت بے مُروّتی اور سنگدلی سے پناہ دینے سے بالکل اِنکار کیا۔ لیکن ایک عرب جس کا

نام مُطعِم بن عدی تھا۔ باوجود اختلاف مذہب کے غیرت قومی اور وطنی ہمدردی کے جوش میں آکر آگے بڑھا۔ اور سب قوم کو یہ کہہ کر شرمندہ کیا۔ کہ اے میرے ہموطنو ہمارا مُلک حُبّ وطنی اور مہمان نوازی میں ہمیشہ سے دور ونزدیک مشہور رہا ہے۔ کیا یہ شرافت کا شیوہ ہے۔ کہ ہم ایک شریف النسل بھائی کے ساتھ اس قسم کی بے دردی سے پیش آئیں۔ کہ وہ اپنے گھر میں بھی آنے کی اجازت نہ پائے۔ یہ کہہ کر مُطعِم ایک اونٹ پر سوار ہوا۔ اور مکہ کی آبادی میں آکر اُس نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے للکار کر آواز دی۔ کہ اے قوم قریش کے لوگو سُن لو۔ آج سے میں نے محمدؐ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ اب جو شخص اُس کا دشمن ہوگا۔ وہ میرا دشمن ہوگا۔ سب لوگوں نے بڑی تشویش اور گھبراہٹ سے پوچھا۔ کہ تو نے اُس کا دین تو اختیار نہیں کر لیا؟ اس نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ مجھے اس کے دین سے کچھ سروکار نہیں۔ جب اُس کا دین اختیار کروں تو بیشک تم مجھے قتل کر ڈالو +

یہ کہہ کر مُطعِم اور اُس کے خاندان کے لوگ آنحضرتؐ کو اپنی نگہبانی میں شہر میں لے آئے۔ آپ نے درخواست کی کہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے حرم کعبہ کی زیارت اور طواف کی اجازت ملے۔ اُن خداترسوں نے انہیں وہاں پہنچا دیا۔ اور جب تک وہ بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔ یہ خداترس ہموطن آپ کی حفاظت کرتے اور بھیڑ کو روکے رہے۔ کہ آنحضرتؐ پر کوئی حملہ نہ ہونے پائے۔

طواف کعبہ کرکے آنحضرتؐ گھر کو تشریف لے گئے۔ اور جب پھر وعظ کرنے نکلے۔ تو لوگوں نے اس روز اُن کے ساتھ ہی مطعم کو بھی ایسی ایسی بیہودہ باتیں بکیں کہ آنحضرتؐ کے اخلاق و ہمدردی نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ وہ مطعم کی پناہ میں رہکر اُسے بھی مطعونِ خلائق کرائیں۔ دوسرے روز انہوں نے باہر آکر پبلک میں باواز بلند کہدیا کہ بھائیو اب میں مطعم کی پناہ میں نہیں ہوں۔ میری جائے پناہ میرا خدا ہے۔ اُس کی پناہ اور اُس کی نگہبانی میرے لئے کافی ہے۔ کوئی شخص میری وجہ سے مطعم کو نہ ستائے۔ آنحضرتؐ مطعم کی پناہ سے نکل کر بالکل نڈر دینِ حق کے پھیلانے میں رات دن کوشش اور ہتیلی پر جان لئے پھرتے تھے۔ مشرکین مکہ سے بھی جہاں تک ہوسکتا تھا ایذا دہی اور مخالفت میں کوئی کسر نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے زیادہ تر یہ کوشش شروع کی۔ کہ کوئی نیا آدمی محمدؐ سے ملنے اور ان کی بات سننے نہ پائے۔ وہ اُن کے وعظ کے وقت شور و غل مچاتے۔ اور لوگوں کو ان کی بات نہ سُننے دیتے تھے۔

ان ایام میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے صداقت کی قوت کا ایک موثر سبق حاصل ہوتا ہے۔ ایک شخص طفیل بن عمر قبیلہ دوس کا معزز رئیس کسی کام کے لئے اپنے شہر سے مکہ میں آیا۔ مکے کے رؤسا اس کے استقبال کو گئے۔ اور نہایت اکرام و احترام سے اپنے شہر میں لائے۔ اثنائے گفتگو میں اُنہوں نے دینِ محمدی کا بھی ذکر چھیڑا۔ اور نہایت بُرے اور کریہہ الفاظ میں بیان کرنے کے بعد کہا

کہ اُس نے ہماری جان عذاب میں کر رکھی ہے۔ ہمارے دین دنیا کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ جو شخص اُس کی بات سُن آتا ہے وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے۔ ماں باپ۔ بھائی۔ خویش و اقارب کسی کی بات نہیں سُنتا۔ خدا جانے اس شخص کی بات میں کیا جادو ہے۔ غرض اُس نے گھر گھر فساد ڈلوا رکھا ہے۔ اور عزیز کو عزیز سے جُدا کروانا اُس کا کام ہے +

غرض طفیل کو ہمدردی کے لباس میں ایسی ایسی باتیں سُنائیں اور آنحضرت کی طرف سے ایسی نفرت اس کے دل میں پیدا کر دی کہ وہ اوّل تو ان کی صورت ہی دیکھنا نہ چاہتا تھا۔ دوسرے اس خوف سے کہ کہیں مُٹ بھیڑ بھی ہو جائے۔ تو اس کی بے دینی کی باتیں میرے کان میں نہ پہنچ جائیں اپنے کان بند کرنے کے لئے روئی اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ایک روز اُس کا گزر ایسی جگہ ہوا جہاں آنحضرت بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ روئی سے کان بند کرے چند جملے اس کے کان میں پہنچ گئے۔ اور اپنا کام کر گئے۔ اب ہاتھوں میں کہاں طاقت تھی کہ کانوں کو روئی سے بند کریں۔ اور دل میں کہاں اتنا صبر تھا۔ کہ کلام محبوب کے سُننے سے کانوں کو باز رکھ سکے۔ طفیل بے اختیار پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کلام کو سُننے لگا۔ (طفیل کی تبدیلی) اتنے میں کہ حضرتؐ نماز ختم کریں طفیل کچھ اور کا اور ہو گیا تھا +

حضرتؐ نے نماز ختم کی۔ انہیں خیال بھی نہ تھا کہ وہاں کون کھڑا اُن کی نماز کو سُن رہا ہے۔ حضرتؐ عموماً بہت جھپٹ کر چلا کرتے تھے

نماز پڑھ کر اسی طرح گھر کو چل دیئے۔ طفیل کے دل پر کچھ ایسا عجیب
اثر ہوا۔ کہ اُس کی سُدھ بُدھ جاتی رہی۔ اس کے مُنہ سے بات تک
نہ ہو سکی۔ اب وہ بھی پیچھے بھاگا۔ حضرتؐ گھر میں داخل ہو گئے تھے۔
کہ یہ بھی پہنچا۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اندر جانا تھا کہ اُس کا
دل اُبل پڑا۔ اُس نے اپنا دل کھول کر آگے رکھ دیا۔ تاثیرِ حق کا
عجب نظارہ تھا۔ ایک عظیم الشان قوم کا نہایت معزز سردار
ایک غریب بے سر و سامان عربی نوجوان کے قدم لے رہا اور
اپنے آپ کو غلامانِ غلام کہہ رہا تھا +

طفیل کا اسلام کی طرف رجوع ہونا نہایت اعلیٰ درجہ کی
کامیابی تھی۔ وہ ایک بیج تھا جو دوسرے شہر میں بویا گیا۔ وہ کس
طرح پھلا پھولا۔ اور کیسی برکت کا پھل لایا آگے چلکر معلوم ہوگا +

اس خبر سے غریب مایوس مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دل سنبھلے اور
ان کے پژمردہ چہروں پر دم بھر کے لئے بشاشت کی کچھ رونق سی
چمکی۔ مگر قریش کے غیظ و غضب کا بھی اب کوئی ٹھکانا نہ رہا۔
طفیل تو اپنے شہر کو دولت ایمان سے مالا مال ہو کر چلتا ہوا۔ مگر
اہل اسلام پر نئے جوش سے قہر ٹوٹنے لگا۔ دوستوں کے ظلم۔
عزیزوں کی بے دردی۔ حق کی مخالفت دیکھ دیکھ کر آپ ہر وقت
غمگین رہتے تھے۔ غمگسار بیوی بھی نہ تھی کہ رفیق تنہائی ہوتی۔
اور گھر میں آتے تو رنج کے وقت کچھ تسلی پاتے۔ آپ کی بیٹی فاطمہؓ
خردسال تھی۔ لڑکیوں کا دل یوں بھی بہت نرم ہوتا ہے۔ جب

باپ پر ظلم ستم ہوتے دیکھتی وہ بھی رو نے لگتی۔ گلیوں میں آتے جاتے وقت لوگ کوڑے کا ٹوکرا بھر کے آپ کے سر پر الٹ دیتے۔ آپ لاچار واپس گھر کو چلے آتے۔ بیچاری فاطمہ باپ کے سر اور چہرے کو صاف کرتی۔ باپ بیٹی کو دیکھ کے اور بیٹی باپ کو دیکھ کے آبدیدہ ہوتے۔ مگر اللہ کے بھروسے کا خیال کر کے دل قوی کرتے +

عائشہ کے ساتھ نسبت

ابوبکر سے زیادہ اس وقت کوئی دوست مخلص نہ تھا۔ انہیں آپ کی تنہائی کا از بس خیال تھا۔ آخر انہوں نے آپ کو اپنی بیٹی عائشہ سے نسبت کرنے پر راضی کر لیا۔ عائشہ نہایت قبول صورت لڑکی تھی۔ اگرچہ وہ ابھی خردسال تھی۔ لیکن اس نسبت سے ابوبکر کی یگانگت اور بھی بڑھ گئی۔ اور گو وہ پہلے بھی یگانوں سے کم نہ تھے۔ پھر بھی آیندہ کی امیدیں اور قرابت قریبہ کا خیال دل کو کچھ ڈھارس دینے لگا +

سودہ کے ساتھ نکاح

انہیں ایام میں ایک اور مشکل پیش آئی۔ مکہ کی ایک عورت سودہ بنت زمعہ نے حضرت صلعم کی تعلیم سے ان کا دین اختیار کر لیا تھا۔ اس نے اپنی نیک نیتی اور حسن عقیدت کے اثر سے اپنے شوہر کو بھی اپنا ہم عقیدہ کر لیا۔ اور جب ان دونوں میاں بیوی پر سخت ظلم و تشدد ہونے لگا جو اس وقت ہر مسلمان کے حصے میں آنا ایک یقینی امر تھا تو ان بیچاروں کو بھی بجز جلا وطن ہو جانے کے اور کوئی صورت امن کی نظر نہ آئی۔ لاچار اللہ کا نام لیکر یہ بڑھیا اور

اس کا شوہر گھر بار چھوڑ کر وطن سے چل دئے۔ اور ملک حبش میں اپنے مسافر ہموطنوں سے جا ملے۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد اس بڑھیا کا شوہر بھی مر گیا۔ اور وہ پردیس میں نہایت مصیبت اور لاوارثی کی حالت میں رہ گئی۔ کوئی خدا کا بندہ اس پر رحم کھا کر اُسے وطن لے آیا۔ اور یہاں آکر اُس نے حضرتؐ سے درخواست کی۔ کہ وہ اُسے اپنے نکاح میں لے لیں حضرتؐ اس سے پہلے عائشہ سے نسبت ٹھیرا چکے تھے۔ مگر سودہ نے اس درخواست پر اس قدر اصرار کیا کہ انکار کرنا مشکل ہو گیا۔ اول تو اس نیک بی بی اور اس کے شوہر کے حقوق اس قدر تھے کہ ان کا خیال ضروری تھا۔ دوسرے حضرت ابراہیمؑ۔ موسٰیؑ اور دوسرے نبیوں کی نظیر ایسی تھی جس سے انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ تیسرے سودہ نے نہایت صاف الفاظ میں کہا کہ میری عمر شادی کی نہیں۔ نہ مجھے شادی کی کسی بات کی آرزو۔ لیکن یہ دلی تمنا ہے۔ کہ آپ کے حرم میں داخل ہونے کی عزت حاصل کروں۔ آخر بہت سی قیل و قال کے بعد سودہ آپ کی زوجیت میں آگئی +

چند اہل مدینہ کا ایمان لانا ان کا عہد و پیمان

انہیں ایام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اسلامی تاریخ میں بہت شہرت رکھتا ہے۔ ایک روز جب آپ تاجروں اور حاجیوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ تو اُن کو چھ آدمی مدینہ کے رہنے والے ملے۔ محمدؐ صاحب نے اُنہیں وعظ و نصیحت کی۔ وہ اُن کی شیریں کلامی اور سحر بیانی اور حق پسندی سے ایسے خوش ہوئے

کے دین پر ایمان لے آئے۔ اور مدینہ میں واپس آکر بڑی سرگرمی سے یہ خبر پھیلائی کہ مکہ میں ایک پیغمبر خدا پیدا ہوا ہے۔ وہ تمام جھگڑوں اور فسادوں کو جو صدیوں سے یہاں برپا ہیں مٹا رہا اور بُت پرستی کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اور صداقت کا نور چمکاتا اور خدا کا دین کل دُنیا میں پھیلاتا ہے۔ دوسرے سال یہ لوگ چند اور آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ میں پہنچے۔ اور محمدؐ صاحب نے اُن آدمیوں کو بھی اُسی جگہ جہاں اُنہوں نے پہلے آدمیوں کو مسلمان کیا تھا۔ دینِ برحق کا راستہ دکھایا۔ اور اُن سے یہ عہد لیا۔ کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں گے۔ ہم چوری۔ زنا۔ فسق و فجور کے پاس نہ پھٹکیں گے۔ ہم اپنی معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کرینگے۔ ہم کبھی جھوٹ نہیں بولینگے۔ اور ایمانداری سے پیغمبر کا ساتھ دیں گے۔

اِس کے بعد جب وہ مدینے کو واپس چلے۔ تو محمدؐ صاحب نے ایک نقیب یعنی مشنری اُن کے ساتھ بھیج دیا۔ تاکہ وہ انہیں دینِ برحق کی تلقین کرتا رہے۔ نقیب محمدی کا مدینہ میں آنا تھا۔ کہ وہاں اسلام جلد ترقی کرنے لگا۔

معراج کا واقعہ

اُنہیں ایام میں جب کہ مکہ حضرتؐ کی مخالفت پر تُلا ہوا تھا۔ اور ہر شخص انہیں ستاتا اور ان کی ہر بات کو جھٹلاتا تھا۔ آپ پر کشف الٰہی کا وہ نورانی واقعہ گزرا جسے ظاہر بینوں نے کچھ کا کچھ سمجھ کر اس بیناحق کلام کو طول دیا۔ کسی نے کہا۔ کہ وہ جسمانی تھا۔ اور حضرتؐ اسی جسم

خاکی کے ساتھ براق پر سوار ہوکر فلک الافلاک پر تشریف لے گئے تھے اور وہاں خدائے بزرگ سے ہمکلام ہوئے۔ اور بہشت و دوزخ کی کیفیت کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا +

کوئی کہتا ہے۔ کہ نہیں وہ رویائے روحانی تھا یعنی جو کچھ دیکھا وہ عالم روحانی کا پرتوہ تھا۔ اور بڑی گہری حقیقت رکھتا تھا +

قرآن مجید میں اس کا نہایت مجمل و مختصر ذکر ہے۔ چنانچہ ہم ان آیات کا ترجمہ یہاں لکھے دیتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والے خود سمجھ سکیں۔ کہ قرآن مجید کی رُو سے اس مشہور واقعہ کی اصلیت کیا ہے۔ اور کس قدر ہے +

ترجمہ۔ پاک ذات ہے وہ جس نے رات کو پہنچایا اپنے بندے کو حرم کعبہ سے بیت المقدس جس کے ہر طرف برکت الٰہی کا نزول ہے۔ تاکہ ہم اُسے دکھاویں کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ وہی ہے سنتا۔ دیکھتا (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱)

دوسری جگہ اسی سورۃ کی آیت ۶۲ میں لکھا ہے :-

ترجمہ۔ اور جو رویا ہم نے تجھے دکھایا تھا۔ وہ تو صرف لوگوں کی سمجھ کے امتحان کی بات تھی +

اس آیت میں اس واقعہ کو صاف الفاظ میں رویا سے تعبیر کیا ہے

سنہ ۶۲۲ء میں مدینہ کے ۷۵ مسلمان ایک قافلہ کے ہمراہ مکہ میں پہنچے۔ ایک سنسان رات میں وہ محمد صاحب سے ملے۔ انہوں نے ہمہ تن دلی سے اسلام قبول کیا۔ اور آپ کو مدینہ تشریف لے چلنے کی

صلاح دی۔ جب محمدؐ صاحب کو ان کے آنے کی غرض معلوم ہوئی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ اسلام قبول کرنے اور مجھے مدینہ لے چلنے میں تم پر بہت مصیبتیں پڑینگی۔ مگر انہوں نے اس عقیدت و ارادت دِلی سے یہ درخواست کی کہ آنحضرتؐ کو کامیابی کی امید بندھی۔ چنانچہ اسی وقت ایک معاہدہ باہمی قرار پایا۔ جس میں انہوں نے محمدؐ صاحب سے یہ درخواست کی۔ کہ اگر خدا آپ کو کامیابی دے تو آپ ہم غریبوں کے شہر کو ہی مسکن قرار دیں۔ اور ہمیں اس عزت سے محروم نہ کریں +

محمدؐ صاحب نے اس کو بڑی خوشی سے منظور کیا۔ مگر مکہ کا ایک قریش کہیں چھپا ہوا اس معاملے کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے جھٹ آ کر قریش کو خبر دی۔ وہ فوراً مدینہ والوں کے قافلہ میں پہنچے۔ اور اُن آدمیوں کو جنہوں نے محمدؐ صاحب سے عہد و پیمان کیا تھا ڈھونڈا مگر جب ان کا کچھ پتہ نہ ملا۔ تو مایوس ہو کر چلے آئے۔ اور قافلہ مدینہ کو چلا گیا +

چونکہ قریش اہل اسلام کو بہت تنگ کرتے تھے۔ اس واسطے اب محمدؐ صاحب نے اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ صلاح دی کہ وہ مدینہ کو ہجرت کر جاویں۔ چنانچہ چند ہی روز میں ایک ایک دو دو کر کے قریباً سو۱۰۰ آدمی مع اپنے اپنے رشتہ داروں کے چلے گئے۔ اور صرف تین مسلمان محمدؐ صاحب۔ علیؓ۔ ابوبکرؓ مع اپنے اہل و عیال کے مکہ میں رہ گئے۔ اور آدھا مکہ گویا ویران ہو گیا۔ اس وقت قریش نے

قریش کی سازش آپ کے قتل کی

طیش میں آکر مکّہ دارالندوہ میں جو اُن کا کمیٹی گھر تھا۔ ایک جلسہ کیا۔ جس میں قریش مکّہ اور آس پاس کے قبیلوں کے سردار جمع ہو گئے۔ اتنا جمِّ غفیر اس سے پہلے اس مطلب کے لئے مکّہ میں کبھی نہیں جمع ہوا تھا۔ اب ہر ایک شخص اپنی اپنی رائے پیش کرتا۔ کوئی کہتا تھا۔ کہ محمدؐ صاحب کو پکڑ کر عمر بھر کے لئے قید کرنا چاہئے۔ کوئی کہتا تھا۔ کہ اسے جلا وطن کر دینا چاہئے۔ مگر فیصلہ اس پر ہوا کہ انہیں قتل کر کے مُلک کو مصیبتوں سے نجات دینی چاہئے۔ مگر پھر اُن کو یہ دِقت پیش آئی۔ کہ اگر کوئی ایک شخص اکیلا محمدؐ صاحب کو ماریگا تو شاید اس کا خاندان قاتل کے خاندان سے بدلہ لے۔ اسلئے ابوجہل نے یہ تجویز پیش کی کہ بہت سے آدمی مل کر ایک ہی دفعہ محمدؐ صاحب کے سینہ میں خنجر ماریں۔ تاکہ قتل کا الزام کسی شخص خاص پر نہ آئے۔ یہ تجویز سب نے پسند کی۔ اور قریش رات ہوتے ہی محمدؐ صاحب کے گھر کے آگے ڈٹ گئے۔ کہ جس وقت وہ دروازے سے نکلیں یہیں اُن کا ڈھیر کر دیا جائے۔ مگر کسی جاں نثار خادم نے آپ کو وقت پر خبر کر دی۔ حضرت علیؓ نے آپ کو بستر پر سے اٹھا اُن کی جگہ آپ لیٹ گئے۔ دشمن کسی کسی وقت کواڑ کے درزوں میں سے دیکھتے تھے تو مطمئن ہو جاتے تھے کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں۔

آنحضرت مکان کے پچھلی طرف سے کود کر ابوبکر کے ہاں چلے گئے۔ اور وہاں سے دونوں راتوں رات بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ علے الصباح جب قریش نے دیکھا۔ کہ محمدؐ صاحب

بھاگ گئے۔ اور وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہے۔ تو مارے غصّہ
کے دیوانے ہو گئے۔ اور ہر طرف اُن کی تلاش کرنے لگے۔ اُنہوں نے
یہ اشتہار دیدیا۔ کہ جو شخص محمدؐ صاحب کا سر کاٹ کر لا دیگا۔ اُس کو
سَو اونٹ انعام دیا جاویگا۔ چاروں طرف اُنکے خون کے پیاسے
تلاش میں پھرتے تھے۔ ایک دفعہ دشمن اس غار کے مُنہ تک ہی
پہنچ گئے۔ ابوبکر کا دل لوگوں کے پاؤں کی آہٹ سے بہت
گھبرایا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم صرف دو آدمی ہیں۔ اب ضرور
مارے جائیں گے۔ مگر محمدؐ صاحب نے اُن کو تسلی دی۔ اور کہا نہیں
ہم دو نہیں تین ہیں۔ اور تیسرا ہمارے ساتھ وہ ہے۔ جو سب سے
زیادہ زور آور صاحب طاقت ہے۔ حقیقت میں وہ تیسرا اُن کے
ساتھ تھا۔ دشمن چاروں طرف سے ناکام ہو کر واپس چلے آئے۔
اور وہ دونوں تین دن تک اس غار میں چھپے رہے +

مسلمانوں کی کتابوں میں اس واقعہ کے متعلق ایک دلچسپ قصّہ
لکھا ہے۔ جو عجب نہیں کہ صحیح ہو۔ کہ جب محمدؐ صاحب اور ابوبکر
غار کے اندر جا گھسے۔ تو اسی وقت ایک عنکبوت نے آکر اس
کے مُنہ پر اپنا جالا تن دیا۔ اور ایک تیتری نے اس کے اوپر
انڈے دیدیئے۔ پس جب قریش اس غار کے مُنہ پر پہنچے۔ تو انہوں
نے یہ حال دیکھ کر سمجھا۔ کہ اس کے اندر کوئی نہیں گیا ہے۔ اور
وہ بلا تحقیق واپس ہو گئے +

تین دن کے بعد وہ اُس غار میں سے نکلے۔ اور بعد مُشکل

دو اونٹ بہم پہنچا کر وہاں سے روانہ ہوئے ۔

محمد صاحب کا وطن چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جانا ۔

جب آنحضرتؐ مدینہ میں پہنچے۔ تو شہر سے باہر ایک گاؤں میں جس کا نام قُبا ہے قیام کیا۔ وہاں اُن کو علیؓ بھی رستہ کی مصیبتیں جھیلتے اور بجائے دن کے رات کو سفر کرتے ہوئے آن ملے۔

١٦ ربیع الاول بروز جمعہ مطابق ٢ جولائی سنہ ٦٢٣ء محمد صاحب مدینہ میں داخل ہوئے۔ لوگ آپ کی آمد کی خبریں سُن سُن کر جوق جوق قبا میں آن پہنچے تھے۔ اور جس روز آپ قبا سے روانہ ہوئے تو خلقت کا بے انتہا ازدحام تھا۔ مدینہ کے کوٹھوں پر عورت۔ مرد۔ بچے آپ کے دیدار کے لیئے کھڑے تھے۔ آپ اونٹنی پر سوار مشتاقان زیارت کا سلام لیتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ ہر شخص آنکھیں بچھانے کو تیار تھا اور چاہتا تھا۔ کہ میرے ہاں قیام فرمائیں۔ آپ ہنستے تھے۔ اور اونٹنی کی باگ چھوڑ کر فرمایا۔ کہ جہاں یہ خود بیٹھ جائیگی وہاں ہی میرا قیام ہوگا۔ آخر وہ اونٹنی ایک غریب شخص کے گھر کے آگے جا بیٹھی۔ اس کا نام ابُوب انصاری تھا۔ وہ جھٹ حضرت کا اسباب اُٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ اور اپنے تئیں ایسا خوش نصیب سمجھتا تھا گویا دولت دو جہاں سے مالا مال ہو گیا ہے

ہمارے گھر میں وہ آئیں خدا کی قدرت ہے،
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

باب سوم

محمدؐ صاحب کا مدینہ کے انصار اور مہاجرین مکہ میں برادرانہ اُنس و محبت قائم کرنا۔ تعمیر مسجد۔ وعظ و نصیحت۔ عائشہؓ سے ازدواج۔ فاطمہؓ ازدواج علیؓ سے۔ انتظام نمازداری۔ اہل مدینہ سے عہد و پیمان۔ یہود اور قریش کی عداوت۔ قریش کا مسلمانوں پر حملہ کرنیکی تیاریاں۔ بدر کی لڑائی

محمدؐ صاحب کا مدینہ کے انصار اور مہاجرین مکہ میں برادرانہ اُنس و محبت قائم کرنا۔

محمدؐ صاحب مدینہ میں پہنچے تو معلوم ہؤا کہ اکثر مہاجرین مکہ بسبب ناموافقت آب و ہوا کے بہت تکلیف میں ہیں۔ اور انصار مدینہ اُن کی تکلیف رفع کرنے میں خاطر خواہ توجہ نہیں کرتے ہیں۔ آپ نے انصار کو جمع کر کے اُنہیں نہایت موثر وعظ کیا۔ اس کا ایسا اثر ان پر ہوا۔ کہ وہ مہاجرین کو اپنے بھائیوں کی طرح سمجھنے اور اُن سے دلی برادرانہ ہمدردی رکھنے لگے۔ اور اُن کی تکلیفات کے رفع کرنے میں پوری سعی اور جانفشانی کی +

تعمیر مسجد

اب سب سے اول مدینہ میں پہنچ کر ایک عبادت گاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اور اس مقدس کام کے لئے انہوں نے وہ زمین پسند کی جہاں اُن کی اونٹنی مدینہ میں داخل ہونے کے وقت بیٹھی تھی۔ یہ زمین دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اور وہاں ایک پرانا قبرستان تھا۔ فوراً چندہ جمع کر کے اُن یتیم لڑکوں کو اس زمین کی قیمت دی گئی

تو اُن یتیموں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور پیغمبرِ خدا کو اس نیک کام کے لئے وہ زمین مفت دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کے بعد تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ سب مسلمان مِل کر کام کرتے تھے۔ خود آنحضرتؐ بھی اَور مزدوروں کی طرح اینٹیں ڈھوتے تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے تعمیر کا کام بھی کرتے تھے۔ یہ مسجد صرف گارے اور کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔ اور نہایت سیدھی سادی تھی۔ کھجوروں کے پتے اس پر بجائے سرکیوں وغیرہ کے ڈالے گئے تھے۔ اوّل محمدؐ صاحب اس میں یُوں ہی بغیر منبر کے کبھی بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر وعظ کیا کرتے تھے۔ مگر چند روز کے بعد اس میں منبر بھی بنایا گیا۔ جس کی تیسری سیڑھی پر آپ کھڑے ہو کر وعظ کرنے لگے۔ ایک دن محمدؐ صاحب نے خیرات کے بارے میں یوں فرمایا:۔

جب خدا نے زمین پیدا کی۔ تو یہ تھر تھرانے اور کانپنے لگی۔ اس کو ساکن کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اس پر پہاڑ رکھ دیئے۔ تب فرشتوں نے خدا سے پُوچھا اے ربّ العالمین کیا دُنیا میں اِن پہاڑوں سے زیادہ بھاری اور مضبوط کوئی اَور چیز بھی ہے؟ جواب مِلا۔ کہ لوہا ان سے زیادہ مضبوط ہے۔ کیونکہ وہ پہاڑ کے پتھروں کو توڑ ڈالتا ہے۔ پھر اُنہوں نے پُوچھا کہ لوہے سے بھی زیادہ مضبوط کوئی چیز ہے؟ جواب ملا۔ ہاں آگ اُس سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔ پھر اُنہوں نے پُوچھا۔ وعظ و نصیحت

آگ سے بھی زیادہ مضبوط کوئی چیز دنیا میں ہے ؟ جواب ملا کہ ہاں پانی - کیونکہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے - پھر اُنہوں نے پُوچھا کہ اس سے زیادہ بھی کوئی چیز مضبوط ہے ؟ جواب ملا - ہاں ہوا - کیونکہ یہ پانی کو اُچھال کر پھینک دیتی ہے - پھر انہوں نے پُوچھا کہ اس سے بھی زیادہ مضبوط کوئی اور چیز ہے ؟ جواب ملا - کہ ہاں اِنسان کی خیرات جو اس طرح کی جائے - کہ " اگر داہنے ہاتھ سے دیوے تو بائیں کو خبر نہ ہو " +

محمدؐ صاحب نے خیرات اور محبت کو اس طرح بیان کیا ہے - کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے - چنانچہ وہ فرماتے ہیں " ہر نیک کام خیرات ہے - انسان کا انسان سے بکشادہ پیشانی پیش آنا بھی خیرات ہے - کسی کو نیک کام کی ہدایت کرنا خیرات ہے - بھولے کو رستہ بتلانا - اندھے کی مدد کرنا - رستے میں سے پتھر اور کانٹوں کو اٹھا دینا - پیاسے کو پانی پلانا - یہ سب خیرات ہیں - ہمدردیٔ نوعِ اِنسان انسانوں کی سچی دولت ہے - جب انسان مرجاتا ہے - تو لوگ دریافت کرتے ہیں - کہ وہ کتنی دولت چھوڑ مرا - مگر فرشتے موت کے بعد اس سے یہ پوچھتے ہیں - کہ تُم نے دُنیا میں کیا کیا نیک کام کیئے ہیں " - محمدؐ صاحب کی اُس نیک اور مؤثر تعلیم کے اثر سے مدینے کے بہت سے یہودی اور نصرانی بھی ایمان لائے +

جب محمدؐ صاحب نے اپنے آپ کو مدینہ میں سب طرح سے محفوظ پایا -

اور دیکھا کہ اسلام ہر روز ترقی کرتا جاتا ہے۔ تو اُن کو اپنے گھر بار کا خیال آیا۔ اگرچہ انہوں نے سودہ سے نکاح کرلیا تھا اور اُس سے محبت بھی رکھتے تھے۔ تو بھی انہیں وہ آرام میسر نہ تھا جو گھر بار سے ہونا چاہئے۔ اُدھر حضرت ابوبکر کو بھی اپنی بیٹی کا خیال تھا۔ آخر اب انہوں نے عائشہ سے جو دو برس ہوئے اُن کے ساتھ منسوب ہو چکی تھی نکاح کرلیا۔ اور اس کے تھوڑے دنوں بعد ہی محمدؐ صاحب کی بیٹی فاطمہؓ کی علیؓ سے نسبت ہوئی۔ اور کچھ دنوں بعد جب فاطمہؓ پندرہ برس کی ہوئیں۔ تو اُن کی شادی بھی کردی گئی۔ اس وقت علیؓ کی عمر بائیس برس کی تھی۔ یہ شادی بڑے سادہ طور سے ہوئی تھی۔ اس میں کچھ شان و شوکت نہ تھی۔ اور جو جہیز محمدؐ صاحب نے اپنی پیاری دختر کو دیا۔ وہ یہ تھا۔ دو ازار۔ ایک چکی۔ دو مٹی کے گھڑے ایک مٹی کا لوٹا اور ایک بستر۔ حضرت علیؓ نے اپنے دوستوں کی ضیافت کے لئے اپنی زرہ بیچ کر سامان مہیا کیا۔ اور آنحضرت نے بڑی خوشی سے اس کا انتظام کیا ❊

محمدؐ صاحب کی خانہ داری بہت سیدھی سادی تھی چنانچہ عائشہ بیان کرتی ہیں۔ کہ ہم ایک ایک مہینے تک چولھے میں آگ نہیں جلایا کرتے تھے۔ حضرتؐ کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی جو کوئی شخص ہمارے ہاں گوشت بھیجتا۔ تو ہم اُس کو پکاتے۔ اور اگر روٹی کے لئے آٹا نہ ملتا تو اُسی گوشت پر کفایت کرتے۔ محمدؐ صاحب اکثر جو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ یا

عائشہ سے ازدواج

فاطمہ کا ازدواج علیؓ سے

انتظام خانہ داری

کبھی کبھی اونٹنی کا دودھ پیا کرتے تھے۔ وہ گھر میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے۔ آپ ہی آگ سُلگاتے تھے۔ اور اپنے کپڑے آپ ہی سیتے تھے۔ محمدؐ صاحب نے سودہؓ اور عائشہؓ کے لئے اُسی مسجد کے پاس علیحدہ علیحدہ دو گھر بنا دئے تھے۔ وہ دونوں علیحدہ رہتی تھیں۔ اور محمدؐ صاحب ان کے ہاں باری باری رہا کرتے تھے ✦

اہل مدینہ سے عہد وپیمان

محمدؐ صاحب کی تعلیم اور وعظ و نصیحت نے رفتہ رفتہ قبولیت عام حاصل کر لی۔ اُن کی نیکی کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا۔ لوگوں کے دل اُن کی طرف کھینچنے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ دنیاوی معاملات میں بھی اُن کی طرف رجوع کرنے لگے۔ جس سے محمدؐ صاحب کی حیثیت میں بہت بڑا فرق ہوگیا۔ آخر کار یہ نوبت پہنچی۔ کہ اُنہوں نے کُل اہل مدینہ کیا یہودی کیا نصرانی۔ کیا مہاجرین کیا انصار سب کو جمع کر کے اُن سے یہ عہد و پیمان لیا۔ کہ وہ سب لوگ اپنے آپ کو ایک قوم سمجھیں۔ اور جو اُن میں سے کسی ایک کا بھی دشمن ہو۔ وہ سب اُس کے دشمن ہو جاویں۔ اور جو اُن کے حقوق اور لوگوں نے چھین لئے ہیں اُن کے واپس لینے میں کوشش کریں۔ اور اگر کوئی ایسا جھگڑا یا فساد برپا ہو جاوے۔ کہ وہ آپس میں نہ سُلجھا سکیں۔ تو اُس کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف رجوع کریں۔ اور وہ جو فیصلہ کریں اُسے سب مانیں۔ آنحضرتؐ کی اِس تجویز کو یہودیوں اور نصرانیوں تک نے بھی تسلیم کیا۔ اور سب کے ساتھ ایک باقاعدہ

معاہدہ تکمیل پا گیا۔

اُس وقت مدینہ میں ایک بارسوخ شخص عبداللہ بن اُبی تھا۔ اس کو مدت سے یہ امید تھی۔ کہ میں مدینہ کا بادشاہ یا سردار مقرر کیا جاؤنگا۔ مگر جب اُس نے دیکھا۔ کہ پبلک کا رجوع محمد صاحب کی طرف ہے تو وہ اُن کا مخالف بن گیا۔ اور قریش مکہ سے خط و کتابت کرنے اور اہل اسلام کی ہر ایک کارروائی کی خبر انہیں پہنچانے لگا۔ جب قریش کو معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں کے پاؤں جمتے جاتے ہیں۔ تو وہ بہت گھبرائے۔ مگر عبداللہ نے انہیں یقین دلایا۔ کہ اگر تم مدینہ پر چڑھائی کروگے۔ تو یہودی ضرور تمہارا ساتھ دینگے۔

یہود اور قریش کی عداوت۔

ماہ رجب سنہ ۲ھ مطابق نومبر ۶۲۳ء کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی۔ کہ مکہ میں مسلمانان مدینہ کے نیست و نابود کرنے کی بڑی بھاری تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور عنقریب بیشمار لشکر حملہ کرنے والا ہے۔ انہیں ایام میں قریش کا ایک قافلۂ عظیم شام کی طرف سے آ رہا تھا۔ اور یہ منصوبہ قرار پایا۔ کہ وہ قافلہ شمال کی طرف سے حملہ آور ہو۔ اور جنوب کی طرف سے اہل مکہ حملہ کریں۔ اور یہ کارروائی اس اہتمام سے ہو کہ آیندہ کے لیئے اہلِ اسلام کا نام و نشان تک نہ رہے۔

قریش کا مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں

اس خبر نے مسلمانان مدینہ میں نہایت پریشانی اور گھبراہٹ پیدا کر دی۔ اُن کی حالت نہایت مظلومانہ تھی۔ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر جلاوطن ہوئے۔ اور پردیس میں آ پڑے تب بھی انہیں امن نصیب نہ ہوا۔ وہ اپنے بال بچوں اور عورتوں کی طرف سے نہایت سراسیمہ

تھے۔ اور حیران تھے آخر ہمارا کیا قصور ہے۔ جس کے عوض ہم پر یہ ظلم و ستم روا رکھا جاتا ہے۔ کیا یہی ہمارا قصور ہے۔ کہ ہم ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں۔

آخر مایوسی اور خوف نے اُن کے دل میں جرأت پیدا کر دی اور اُنہوں نے قصد مصمم کر لیا۔ کہ ہم بھی اب کہیں بھاگ کر نہ جائینگے۔ ہم اپنے دین پر اپنے بال بچوں پر۔ اور صداقت پر دشمن سے لڑیں گے اور سر کٹوائیں گے۔ یہ دل میں ٹھان کر انہوں نے یہ تجویز سوچی۔ کہ قبل اس کے اہل مکہ حرکت کریں سب سے اول شمال کی طرف کوچ کر کے اُس عظیم الشان قافلے کو روکیں جو شام سے آرہا ہے۔ اور اُسے اہل مکہ سے ملنے کا موقعہ نہ دیں۔

اس تجویز کے مطابق ۳۱۴ دل چلے مسلمان اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر گھر سے نکلے۔ ہر چند اس کارروائی کو خفیہ رکھا۔ مگر ابُوسفیان کو جو کہ قافلۂ شامی کا سردار تھا یہ خبر ملگئی کہ مسلمان بھی مرنے مارنے کے لئے تیار ہو بیٹھے ہیں۔ اس لئے فوراً مکے کو سوار دوڑائے۔ اور بہت جلد مدد طلب کی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ایک ہزار بہادر جنگی جوان قافلے کی مدد کو آپہنچے۔ مگر ابوسفیان اس مدد کے آنے سے پیشتر کسی اور راستے سے اپنا قافلہ مکے میں لے پہنچا۔ اور وہاں پہنچ کر ابُوجہل کو قافلے کے صحیح و سلامت پہنچ جانے کی خبر دی۔ اور کہلا بھیجا کہ اب تم واپس چلے آؤ۔ مگر ابُوجہل نے واپس آنا پسند نہ کیا اور کہلا بھیجا کہ جب تک میں محمدؐ کا نام صفحۂ ہستی سے

نہ مٹا دونگا۔ تب تک واپس نہیں ہوں گا۔

بدر کی لڑائی

غرض ابوجہل اس طرح شیخیاں مارتا ہوا مقام بدر میں پہنچا۔ جہاں مسلمان خیمے لگائے پڑے تھے۔ محمدؐ صاحب نے درگاہ خدائے عزّوجلّ میں سربسجود ہوکر یہ دعا مانگی "اے پروردگارِ عالم اب تو اپنی مدد بھیج۔ اے شکستہ دلوں کے سہارا دینے والے۔ اگر یہ چند ایماندار ان دشمنوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو پھر خلوص دل سے تیری عبادت کرنے والا کوئی بھی نہیں رہیگا"۔

طرفین سے لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ اوّل ہی اوّل تین بہادر جوان قریش میدان جنگ میں بڑھے اور للکار کر آؤ ہمارے سامنے کون آتا ہے؟ مسلمانوں میں حمزہؓ۔ علیؓ اور عبیدہؓ اُن کے مقابلے کو نکلے۔ اس زمانے کے قواعد جنگ کے مطابق ایسے حریفوں کے مقابلے میں کسی کو دخل یا کسی قسم کی مدد دینے کا بالکل اختیار نہ تھا۔ اس لئے دونوں طرف کے فریق بڑی تشویش سے اس مقابلے کو دیکھ رہے تھے۔ اور یہ شجاع لڑ رہے تھے۔ کہ اتنے میں اہلِ اسلام کی فوج سے خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ اور معلوم ہوا۔ کہ اُن کے تینوں حریف مارے گئے۔ اہلِ مکہ کے تین بہادروں کا کام آنا تھا کہ اُنہوں نے عام ہلہ کر دیا۔ اور لڑائی بڑے زور شور سے ہونے لگی۔ اہلِ مکہ کے پاس اوّل تو کثرت سے لشکر۔ پھر پورا سامان۔ بیچارے مسلمان پردیسی مسافر۔ نہایت شکستہ حال۔ مگر صداقت کے زور سے اُن کا دل قوی تھا۔ یہ سخت جاڑے کا

دن تھا۔ اور آسمان پر بادل گھر رہے تھے۔ چاروں طرف کالی گھٹا چھا رہی تھی۔ آندھی اپنا سماں دکھا رہی تھی۔ بجلی کڑک کڑک کر ڈرا رہی تھی۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ کارکنانِ قدرت بھی مظلوموں کی طرف سے لڑنے کو آئے تھے۔ آخر بہت سی خونریزی کے بعد اہلِ مکہ کو شکست ہوئی۔ اُن کا سپہ سالار ابوجہل مارا گیا۔ اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بہت سے قریش مارے گئے۔ اور بہت سے قید ہوئے +

قریش کے جتنے آدمی پکڑے گئے تھے۔ ان میں سے صرف دو ایسے تھے جن کا چھوٹنا سینکڑوں بندگانِ خدا کے خون کا موجب تھا۔ اس لئے وہ اُس مُلک کے قواعد جنگ کے مطابق قتل کئے گئے اور باقی سب قیدیوں کا خون معاف کیا گیا۔ اور مختلف شرائط پر چھوڑ دئے گئے۔ بعضوں سے تاوان لیا گیا۔ بعضوں نے یہ وعدہ کیا کہ آئندہ ہم کبھی مسلمانوں کو نہیں ستاوینگے۔ اور اُن کے مقابلے میں نہیں آویں گے۔ اس لڑائی میں بعض عالم لوگ بھی گرفتار ہوئے تھے۔ وہ اس شرط پر رہا کئے گئے۔ کہ مدینہ میں کچھ عرصہ تک اہلِ اسلام کے لڑکوں کو پڑھاویں۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اپنے وطن کو واپس چلے جاویں۔ اُدھر مسلمانوں کو سخت تاکید کی گئی کہ اُن قیدیوں کو قیدی نہ سمجھیں بلکہ اُن کے ساتھ بھائیوں کی طرح سلوک کریں۔ اور عزت و احترام سے رکھیں۔ چنانچہ جب تک یہ قیدی مسلمانوں کے پاس رہے مسلمانوں نے ان کی خاطر و تواضع کی اور اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دی۔ جب ان قیدیوں

میں سنے سب سے پہلا قیدی رہائی پاکر مکہ میں آیا۔ تو اہل اسلام کی نسبت اس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ خدا ان کا بھلا کرے۔ وہ ہم کو سواری دیتے تھے۔ اور خود پیادہ پا چلتے تھے۔ وہ ہم کو گیہوں کی روٹی کھانے کو دیتے تھے۔ اور آپ کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے تھے۔

اس لڑائی میں دو قیدیوں کے قتل کرنے سے معترضین نے محمدؐ صاحب پر سخت الزام لگایا ہے۔ اور اسے شان پیغمبری کے خلاف ٹھیرایا ہے۔ مگر الزام لگاتے وقت سب پہلوؤں کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر وہ دو مجرم زندہ رہتے۔ اور بیشمار بندگان خدا کے خون بہتے تو اس خون ریزی کا کون ذمہ وار ہوتا۔

مسلمان سپاہیوں کے مال غنیمت کے بانٹنے میں بھی کچھ جھگڑا ہوا۔ مگر محمدؐ صاحب نے اُس مال کو کل فوج میں برابر تقسیم کر دیا اور فساد فوراً فرو ہو گیا۔ اور آیندہ کے لئے مال غنیمت کے تقسیم کرنے کا یہ قاعدہ قرار پایا۔ کہ دشمن سے جو مال غنیمت ملے۔ اُس میں سے پانچواں حصہ راہِ خدا کے لئے جسے پیغمبر خدا یتیموں۔ محتاجوں اور دوسرے پبلک کاموں میں صرف کرے گا۔ اور باقی چار حصے تقسیم کر دئے جائینگے۔

باب چہارم

قریش کا انتقام کی خواہش میں مدینہ پر دھاوا۔ محمدؐ صاحب کا ذات الٰہی پر بھروسہ۔ محمدؐ صاحب کا حفصہ سے نکاح۔ اور ان کی دختر اُمّ کلثوم کا عثمان کے ساتھ بیاہا جانا۔ قریش کا پھر مسلمانوں پر حملہ کرنا اور اُحد کی لڑائی کا مفصل حال ۔

اس جیت کی مسلمانوں کو اس قدر خوشی ہوئی۔ کہ وہ مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اور محمدؐ صاحب نے ایک قاصد مدینہ کے اُن مسلمانوں کی طرف جو کسی وجہ سے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ خوشخبری دینے کے لئے بھیجا۔ مگر جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا۔ تو اُسے محمدؐ صاحب کی لڑکی رُقیہ کا جنازہ ملا۔ یہ لڑکی کچھ عرصے سے بیمار تھی۔ اور اس بیچاری نے عین فتح بدر کے دن انتقال کیا۔ محمدؐ صاحب کو اپنی لڑکی کے گزر جانے سے بہت قلق ہوا۔ اور مسلمانوں کی خوشی اس حادثہ سے مُکدر ہوگئی۔ اس کے چند روز بعد اُن کی بڑی لڑکی زینب جو اب تک قریش مکہ کے قابو میں تھی۔ بڑی مشکل سے مدینے میں پہنچی۔ اور محمدؐ صاحب کو اس کے آنے سے بہت خوشی ہوئی اور رُقیہ کا رنج قدرے ہلکا ہوا۔

قریش کا انتقام کی خواہش محمدؐ صاحب کا ذاتِ الٰہی پر بھروسہ

ادھر جب مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ تو اُدھر قریش اپنی شکست سے بہت شرمندہ اور نادم ہو کر آپس میں مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے دانت پیس رہے تھے +

کہتے ہیں۔ کہ اس غزوہ کے بعد ایک دن محمدؐ صاحب تن تنہا سرسبز مخملی گھاس پر ایک درخت کے نیچے آرام سے سوتے ہوئے تھے۔ کہ ایک قریش کا اُدھر سے گزر ہوا۔ وہ محمدؐ صاحب کو اس جگہ اکیلے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اپنے دِل میں کہنے لگا۔ کہ بس اب مَیں اس کی گردن جُدا کرتا ہوں۔ مگر پھر اُس نے سوچا۔ کہ سوئے ہوئے کو مار ڈالنا کچھ جوانمردی نہیں۔ چنانچہ اُس نے محمدؐ صاحب کو جگایا۔ جب اُن کی آنکھ کھُلی۔ تو تلوار کھینچ کر کہنے لگا۔ بول اب تیرا بچانے والا کون ہے۔ محمدؐ صاحب نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر اُنگلی سے اشارہ کر کے کہا۔ وہ ذات پاک۔ یہ بات سُن کر قریش کا ہاتھ تھرتھرا گیا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ محمدؐ صاحب نے جھٹ تلوار اُٹھا کر کہا۔ کہو اب تمہارا بچانے والا کون ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ کوئی نہیں۔ تب محمدؐ صاحب نے کہا۔ ارے کمبخت کہو وہی اللہ۔ اور آخر اس کی تلوار اُس کو پھیر دی۔ اور کہا کہ ہمیشہ اُس ذات پاک پر بھروسہ اور یقین رکھو۔ اور بے گناہ بندگانِ خدا کو ناحق مت ستاؤ۔ کہتے ہیں کہ وہ قریش اُسی وقت ایمان لے آیا۔ اور اُس کے بعد ہمیشہ سرگرمی سے اُن کا ساتھ دیتا رہا +

محمدؐ صاحب کا حفصہ سے نکاح اور اُمّ کلثوم کا عثمان کے ساتھ بیاہا جانا

عثمانؓ کو اپنی بیوی رقیہ کے مرنے سے سخت رنج ہوا۔ اور اُس رنج کو دُور کرنے کے لئے اُس کے ہم مذہب بھائی عمرؓ نے اپنی لڑکی حفصہ کا عقد اس سے کرنا چاہا۔ مگر وہ عورت اس قدر تیز مزاج اور دُرشت خُو تھی۔ کہ کوئی شخص اس سے عقد کرنے پر رضامند نہ ہوتا تھا۔ عثمانؓ نے بھی اُس تجویز کو منظور نہ کیا۔ اس سے عمرؓ کو بہت رنج پہنچا۔ اور وہ حیران تھے۔ کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ کہاں کروں کہ کوئی اُسے قبول نہیں کرتا ہے۔ اُنہوں نے اپنا دردِ دل حضرتؐ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا رنجیدہ مت ہو۔ تمہاری لڑکی کو خدا اِس سے اچھا خاوند اور عثمان کو اس سے بہت اچھی بی بی دیگا۔ چنانچہ محمدؐ صاحب نے چند روز کے بعد خود حفصہ سے نکاح کرلیا۔ اور اپنی لڑکی اُمّ کلثوم کی عثمانؓ کے ساتھ شادی کردی۔ اور اس سے دونوں عمرؓ اور عثمانؓ محمدؐ صاحب کے پکّے ہواخواہ اور قوّتِ بازو بن گئے۔ کہتے ہیں۔ کہ جو آئتیں قرآن مجید کی نازل ہوا کرتی تھیں۔ وہ لکھوائی جاکر حفصہ کی حفاظت میں رہتی تھیں ۰

ابُو سُفیان اہل مکہ کی شکست کے بعد ایسا نادم ہوا۔ کہ مّدتوں مارے ندامت کے گھر سے باہر نہیں نکلا۔ اُس کی جورو ہندہ بھی دن رات اُسے بُرا بھلا کہتی رہتی اور حد سے زیادہ ندامت دلاتی۔ کیونکہ اس کا باپ اور ایک چچا اور بھائی بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے۔ اور اُس کی یہ تمنا تھی۔ کہ اپنے باپ اور بھائی کے

قاتلوں کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھوں بلکہ اُن کے سر جُدا کرنے میں خود بھی شریک ہوں۔ آخر اُس کی آہ وزاری اور طعن و تشنیع نے ابُو سفیان کو پھر اُبھارا۔ کہتے ہیں کہ اس دفعہ تین ہزار قریش لڑنے مرنے کو اُس کے ساتھ ہولئے۔ ان میں سے سات سو جنگ آزمودہ سوار تھے اور باقی پیادہ۔ فوج کے دستہ کا سپہ سالار عکرمہ بن ابُوجہل تھا۔ اور دوسرے دستہ کی کمان خالد ابن ولید کے سپرد کی گئی۔ جب اس فوج جرّار کی روانگی کی خبر مدینے میں پہنچی تو آنحضرتؐ نے اپنے رفیقوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔ محمدؐ صاحب کی یہ رائے تھی کہ محصور ہو کر مدینہ میں بیٹھ رہیں۔ جب دشمن حملہ کرے۔ اس وقت ہم اُن کے حملے کو روکیں۔ سن رسیدہ تجربہ کار لوگوں نے تو اس رائے کو پسند کیا۔ مگر نوجوانوں نے کہا نہیں۔ ہم کھلے میدان میں اُن سے مقابلہ کرینگے! الغرض محمدؐ صاحب نے نوجوانوں کی رائے مانی اور سب تیار ہو کر اور سامان حرب لے کر باہر نکلے۔ اہل اسلام کی کُل فوج گنتی میں ایک ہزار ہوئی جن میں سے تین سو یہودی تھے۔ جن پر اہل اسلام کو پُورا بھروسہ نہ تھا۔ اس لئے وہ تین سو کے تین سو واپس ہو گئے۔ اور کُل سات سو مسلمان رہ گئے۔ ان بیچاروں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ اور چند آدمی تیر انداز بھی تھے۔ غرض اس فوج نے اُحد کی پہاڑی پر جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھی آ کر اپنا ڈیرہ ڈالا۔ اُدھر سے قریش کا تین ہزار کا لشکر بڑھتا ہوا آیا۔ جب

وہ اس پہاڑی کے قریب پہنچے۔ تو اُن کو معلوم ہوا۔ کہ مسلمان یہاں پڑے ہیں۔ اُنھوں نے بھی دوسری طرف مقابل میں خیمے ڈال دئے۔ علے الصباح جب مسلمان نماز سے فارغ ہوئے۔ تو دشمن کی اس قدر جمعیت دیکھ کر گھبرا گئے۔ مگر محمدؐ صاحب نے اپنے سات سو جوانوں کو ایک آزمودہ کار سپہ سالار کی طرح صف در صف ترتیب دے کے کھڑا کر دیا۔ تاکہ دشمن کسی طرف سے بے کھٹکے حملہ نہ کر سکے۔ اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ اور کل فوج سے یہ کہدیا۔ کہ کوئی شخص آگے نہ بڑھے بلکہ دشمن کی طرف سے حملے کے منتظر رہیں۔ الغرض آفتاب نکلتے ہی قریش بھی اپنی فوج کو آراستہ کرکے میدان میں اُترے۔ اور آتے ہی بے تحاشا ایک سخت حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اُس کو خوب روکا۔ پھر تو گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اور دونوں طرف سے سخت آمنا سامنا ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ آئیگا۔ مگر بدقسمتی سے تیر انداز حضرتؐ کی ہدایت کو بھول گئے۔ جب قریش بے اوسان ہو کر بھاگ رہے تھے۔ تیر انداز غنیمت کے لالچ سے میدان میں آدوڑے۔ اب قریش نے دونوں طرفین خالی دیکھیں۔ تو اُن کو آگے پیچھے سے آگھیرا۔ اور اس شدت سے تلوار چلائی۔ کہ مسلمانوں کے دل چھوٹ گئے بہت تنومند جوان لڑتے لڑتے کام آئے۔ حمزہؓ شہید ہوئے۔ اور خود محمدؐ صاحب کے چہرے پہ ایک تیر لگا۔ اور ایک پتھر اُن کے مُنہ پر

ایسا لگا کہ اُن کا ایک دانت لگ گیا۔ مسلمانوں کا علمبردار بھی مارا گیا۔ چونکہ اس کی اور محمدؐ صاحب کی شبیہ کچھ ملتی جلتی تھی۔ اس لئے اسی وقت یہ ہوا اُڑ گئی۔ کہ محمدؐ صاحب مارے گئے۔ اس خبر کے اُڑتے ہی مسلمان منتشر ہوگئے۔ یہاں تک کہ محمدؐ صاحب کو جو زخمی ہوکر گر گئے تھے اُٹھانے کے لئے بھی کوئی وہاں نہ ٹھیرا۔ آخر کار اس گھبراہٹ اور کھلبلی میں ایک شخص مسمی راہب بن مالک نے محمدؐ صاحب کو مُردوں کے ڈھیروں میں زندہ پڑے ہوئے دیکھ مسلمانوں کو خبر دی۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ تب وہ لوگ دوڑے ہوئے آئے۔ اور ان کو لے گئے۔ اپنی لشکر گاہ میں پہنچ کر انہوں نے محمدؐ صاحب کے زخموں کو دھویا۔ اور مرہم پٹی کی اور اونٹنی کا دُودھ پلایا۔ تب اُن کو ذرا ہوش آیا۔

ہندہ لڑائی کے بعد میدان جنگ میں آئی۔ اور اپنے ہاتھ سے حمزہؓ کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ اور اُن کا کلیجہ نکال کر اپنے دانتوں سے چبایا۔ اور ان کی ناک اور کان کاٹ دئے۔ اور اور مسلمانوں کی لاشوں کا بھی بہت ہی بُرا حال کیا۔

جب قریش اپنی لشکر گاہ میں چلے گئے۔ اور رات پڑ گئی۔ تو محمدؐ صاحب مع اپنے دیگر اصحاب کے میدان میں آئے۔ اور اپنے چچا حمزہؓ کی لاش کو دیکھ کر بہت مغموم ہوئے۔ ایک مسلمان مورخ لکھتا ہے کہ وہ طیش میں آکر یہ حکم دینے ہی کو تھے۔ کہ قریش کی لاشوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے۔ کہ اُسی وقت وحی نازل ہوئی۔

اور آپ ایسا کرنے سے روکے گئے +

ابو سفیان کو جب معلوم ہوا۔ کہ محمدؐ صاحب ابھی تک زندہ ہیں۔ تو اس کو بڑا اندیشہ ہوا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ اگر اب وہ پھر مجھ پر حملہ کریں گے۔ تو میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکونگا۔ اس لئے وہ اتنی ہی فتح پر قناعت کر کے مکّہ کو واپس چلا آیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ ایک برس کے لئے صلح کر لی +

اِس لڑائی میں شکست کھانے سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ آس پاس کی اقوام نے اُن کو بہت سے وصو کے دئے قبیلہ بنی عمیر اور بنی سلیم نے ستّر مسلمانوں کو دغا سے قتل کر ڈالا۔ اور اسی طرح کئی ایک اور قبائل عرب نے کیا +

جب سے مسلمان مدینہ میں آئے تھے۔ تب سے یہودیوں میں اور ان میں کچھ شکر رنجی چلی آتی تھی۔ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح سے اکثر یہودی جل گئے تھے۔ بعضوں نے پیغمبر کی ہجو میں قصیدے کہے۔ بعضوں نے قریش کو اُن کے برخلاف اُبھارنے کے لئے طرح طرح کے موثر گیت بنائے۔ محمدؐ صاحب اُن کو بہت سمجھاتے اور سلجھاتے رہے۔ مگر اُن کے کان پر جُوں بھی نہ رینگی۔ اب محمدؐ صاحب نے بھی کہہ دیا۔ کہ مسلمان جو چاہیں کریں میں انہیں نہیں روکتا ہوں۔ چنانچہ مسلمان اب بالکل اُن کی تخریب کے درپئے ہو گئے۔ اتفاق سے اُن دنوں ایک عربی نوخیز لڑکی دُودھ بیچتے بیچتے یہودیوں کے بازار میں چلی گئی۔ یہودیوں نے اُسے

چھیڑا اور مجبور کیا کہ وہ اپنے چہرے پر سے برقع اٹھائے۔ مگر اس نے نہ اٹھایا۔ آخر ایک شریر سنار نے جس کی دکان پر وہ بیٹھی ہوئی دودھ بیچ رہی تھی اسے بے ستر کر دیا۔ ایک مسلمان آپہنچا۔ اس کو اس سے بہت غیرت آئی۔ اس نے جھٹ تلوار کھینچ کر سنار پر وار کیا۔ اُدھر سے یہودی اس کی مدد کو دوڑے۔ اور ادھر سے مسلمان بھی نکل آئے۔ چونکہ یہودی تعداد میں کم تھے۔ اس لئے وہ اپنے قلعے میں گھس گئے۔ اور دروازہ بند کر بیٹھے۔ مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ چند ہی روز میں بھوک نے ان کو مجبور کیا۔ تو انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اول تو اہل اسلام نے انہیں تہ تیغ کرنا چاہا۔ مگر بسفارش عبداللہ بن ابی حفظِ امن کے لئے انہیں اس علاقہ سے خارج کر دینا کافی سمجھا گیا +

جنگ اُحد کے بعد مسلمانوں کو کمزور پا کر قبیلۂ بنو نضیر کے یہودیوں نے دوستی کے لباس میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کی تدبیر نکالی۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے ہاں بلوایا۔ محمدؐ صاحب اس حال سے بےخبر ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ اور چند اصحاب کو اپنے ساتھ لے کر وہاں گئے۔ اور انہوں نے دعوت کی تیاری کی۔ اور ایک کھلے میدان میں ایک دیوار کی اوٹ میں فرش فروش بچھوایا۔ اور محمدؐ صاحب اور اُن کے اصحاب کو وہاں بٹھایا۔ خوش قسمتی سے محمدؐ صاحب کو اصلی بات کسی طرح معلوم ہو گئی۔ کہ یہ اُن کی جان کی فکر میں ہیں۔ وہ فوراً وہاں سے اُٹھے۔ اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ اور جنگل کی طرف

چل دے تو لوگ سمجھے کہ اجابت کے لئے جاتے ہیں ابھی واپس آجائیں گے۔ مگر وہ اُن کے داؤ سے بچ کر نکل گئے۔ اُن کے اصحاب بھی انتظار کر کے واپس چلے آئے +

مسلمانوں نے اس شرارت کا بدلہ لینا چاہا۔ اور محمدؐ صاحب ایک جرار فوج لے کر وہاں جا پہنچے۔ یہودی تاب مقابلہ نہ لاکر بعض ملک شام کی طرف اور بعض قبیلہ خیبر کی طرف جو یہودیوں کا ایک مشہور قلعہ ہے چلے گئے۔ اور جس قدر اس قبیلہ کا مال و اسباب تھا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مگر آنحضرتؐ نے یہ مال سپاہ میں تقسیم کرنا مناسب نہ جانا۔ بلکہ پبلک اخراجات کے لئے رکھا۔ اور فرمایا۔ کہ جو غنیمت بغیر لڑائی کے ملے وہ اللہ اور رسول کا حق ہے سپاہیوں کا اُس میں کچھ حصہ نہیں۔ پیغمبرؐ کو چاہئے کہ اُس کو یتیموں مساکینوں کی مدد اور اور نیک کاموں میں صرف کرے +

اب مسلمانوں اور یہودیوں میں خوب کھٹ پٹی ہو گئی۔ اُدھر قریش مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اب مدینہ کے یہودی بھی اُن کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اگرچہ یہودی پہلے بھی درپردہ مسلمانوں کے دشمن تھے۔ مگر اب کھلم کھلا چوٹیں ہونے لگیں۔ مگر ساتھ ہی جاں نثار اصحاب کا گروہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور وہ ہر طرح اپنے ہادی پر جان دینے کے لئے تیار اور بہشت کے امیدوار رہتے تھے +

باب پنجم

قبیلۂ بنو المصطلق کا مسلمانوں کے برخلاف سر اٹھانا۔ ان کی شکست محمد صاحب کا جویریہ بنت الحارث سے نکاح۔ اور غلاموں کی آزادی عبداللہ ابن ابی کی سرکشی۔ حضرت عائشہؓ پر بہتان۔ ابوسفیان و دیگر قبائل کی مدینہ پر چڑھائی۔ خندق کی لڑائی۔ قریش کی شکست۔ مسلمانوں کا بنو قریظہ کے قلعہ پر قبضہ۔ سعد ابن معاذ کا فیصلہ یہودیوں کے قتل کا۔

قبیلہ بنو المصطلق کا مسلمانوں کے برخلاف سر اٹھانا ۔ انکی شکست

جب مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ اُدھر مکہ میں ابوسفیان اُن کو آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ اور ادھر مدینہ میں یہودی اُن کے برخلاف سازشیں کر رہے تھے۔ تو اُس وقت ایک اور دشمن نے مُنہ دکھایا یہ دشمن قبیلۂ بنو المصطلق تھا۔ اس قبیلہ نے اپنے بادشاہ حارث کی سرکردگی میں مسلمانوں پر چڑھائی کی۔ مسلمانوں کو وقت پر اس کی خبر لگ گئی۔ محمدؐ صاحب نے چند چیدہ سوار اور کارآزمودہ پیادے اپنے ساتھ لے کر اُن کو رستہ ہی میں آگھیرا۔ اور سخت شکست دی۔ اور حارث مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ اس کی فوج بھی دل برداشتہ ہو کر بھاگ گئی۔ دشمن کے دو سو آدمی قید ہوئے اور پانچ ہزار بھیڑیں اور ایک ہزار اونٹ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ قیدیوں میں شاہ حارث کی بیٹی شاہزادی جویریہ بھی تھی۔ جب قیدی سپاہ میں تقسیم ہوئے

تو یہ شاہزادی ثابت ابن قیس کے حصّے میں آئی۔ معزّز شاہزادی کے لئے یہ بات سخت عار کی تھی کہ وہ یوں قید ہوکر ایک سپاہی کی کنیز بنائی جائے۔ آخر اس نے ثابت بن قیس کو ایک معقول رقم تاوان لینے پر راضی کرکے اس سے یہ عہد لے لیا۔ کہ اگر میں اتنا روپیہ ادا کردوں تو آزاد کردی جاؤں +

ثابت نے اس بات کو منظور کرلیا۔ مگر اس بیچاری قیدن سے یہ رقم کس طرح ادا ہوسکتی تھی۔ زیادہ دقّت یہ تھی کہ اس کے سب عزیز واقارب بھی اسی طرح قید غلامی میں آگئے تھے۔ جب اس نے کوئی ذریعہ اپنی رہائی کا نہ پایا تو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا حال زار بیان کیا۔ کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں اور بدنصیبی سے اس درجہ کو پہنچی ہوں۔ اور میرے خویش واقربا ادنےٰ ادنےٰ سپاہیوں کی غلامی میں گرفتار ہیں۔ باوجود اس کے کہ میرا دین آپ کے دین سے بالکل جُدا ہے۔ مگر مجھے آپ کے رحم سے بہت کچھ امید ہے۔ اور آپ کی ذات کے سوا اور کوئی ذریعہ اس ذلّت غلامی سے نکلنے کا نظر نہیں آتا +

آنحضرتؐ کا دل جویریہ کی حالت دیکھ کر بھر آیا۔ لیکن آئین مُلکی اور قواعد فوجی کے برخلاف وہ ثابت بن قیس کو کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتے تھے۔ کہ وہ جویریہ کو آزاد کردے۔ آخر حضرتؐ نے اس کے تاوان کی کل رقم اپنے پاس سے ادا کرکے اس کو حلقۂ غلامی سے آزاد کرایا۔ اور ایک معتبر شخص کے ساتھ مدینے بھجوادیا۔ کہ وہ عزت و

حُرمت سے اپنے والدین کے پاس پہنچا دی جائے +

اس اثنا میں اُس کا باپ بہت سا زر و جواہر اور بہت سے بیش قیمت اُونٹ لے کر مدینے میں حاضر ہوا۔ کہ ممکن ہو تو تاوان ادا کر کے اپنی بیٹی کو چھڑا لے۔ حضرتؐ بھی مدینے میں تشریف لے آئے۔ اور جب جویریہ کے باپ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا حُسنِ اخلاق ملاحظہ کیا۔ اور جو حُسنِ سلوک اس کی غیبت میں اس کی بیٹی کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس کا حال سُنا۔ تو اُس کے دل پر بے انتہا اثر ہوا۔ وہ بیٹی کو قید غلامی سے چھڑانے آیا تھا۔ مگر اب اس نے خود حضرتؐ کے حلقۂ غلامی میں آنے کو اپنی عزت سمجھا۔ یہ بادشاہ آپؐ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور نہایت خوشی اور رضا و رغبت سے باپ اور بیٹی نے دینِ اسلام اختیار کیا +

محمدؐ صاحب کا جویریہ سے نکاح اور غلاموں کی آزادی

حارث نے یہ بھی درخواست کی۔ کہ ہمارے لئے سب سے بڑی عزت تو دولتِ اسلام ہے۔ لیکن میری بڑی آرزو یہ ہے۔ کہ بندہ زادی کو آپ زمرۂ کنیزان میں داخل کرنا قبول فرمائیں +

حضرتؐ ابھی تامل میں تھے کہ یہ درخواست منظور کی جائے یا نہیں کہ اتنے میں یہ خبر تمام لشکر میں اُڑ گئی۔ کہ شاہزادی جویریہ حضرتؐ کی زوجیت میں آگئی ہے۔ اور سب لوگوں نے ارادہ کیا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو جن جن کے حصے میں اس کے اقربا غلام ہو کر آئے ہیں۔ اُن سب کو چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ نہایت بے ادبی ہوگی۔ کہ آنحضرتؐ کے سسرال کے لوگ ہمارے غلام بن کر

رہیں۔ حضرتؐ کے کان میں اس خبر کا پہنچنا تھا۔ کہ آپ کو نکاح میں کوئی تامل نہ رہا۔ آپ نے شاہزادی جویریہ کو اپنی زوجیت سے شرف بخشا۔ نکاح ہونے کی دیر تھی۔ کہ اسکے خاندان کے سب لوگ جہاں جہاں قید تھے فوراً آزاد کر دئے گئے۔ ان سب شکرگزار لوگوں نے حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اور اُنکے وعظ و نصائح سے متاثر ہوکر دلی خوشی کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ کسی بی بی کا نکاح اس قدر خیر و برکت کا موجب نہیں ہوا۔ جس قدر حضرت جویریہ کا ہوا۔ سو آدمی سے زیادہ قید غلامی سے آزاد ہوئے۔ اور ان سب نے ایکدم دین تثلیث چھوڑ کر دِلی خوشی سے دینِ اسلام کا طریق توحید اختیار کیا۔

حضرت عائشہ پہ بہتان

مہم بنی المصطلق کے ساتھ ایک اَور واقعہ پیش آیا۔ جو مسلمانوں کی تاریخ میں **قصۂ افک** کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ اس مُہم میں حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ کے ہمراہ تھیں۔ ایک روز جب منزل سے قافلہ روانہ ہونے لگا۔ تو حضرت عائشہؓ کی سواری کے لئے اُن کا اونٹ آیا۔ حضرت عائشہ کو سوار ہوتے وقت یاد آیا۔ کہ جہاں مَیں ٹھیری تھی وہاں اپنا ہار بھُول آئی ہوں۔ یہ سوچ کر وہ ہار لینے واپس چلی گئیں۔ شتربان نے انہیں واپس ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ اونٹ کے پاس اُنہیں نہ دیکھ کر یہ سمجھا کہ وہ سوار ہو چکی ہیں۔ وہ اونٹ کو اُٹھا قافلے کے ہمراہ روانہ ہوگیا۔ اور کسی کو یہ

معلوم نہ ہوا۔ کہ حضرت عائشہ پیچھے رہ گئیں۔ حضرت عائشہ کو ہار کی تلاش میں کچھ دیر لگ گئی۔ اور جب وہ واپس آئیں تو اونٹ کو نہ پاکر بہت گھبرائیں۔ کیونکہ سب قافلہ روانہ ہوچکا تھا۔ لاچار وہ وہاں ہی سرِراہ بیٹھ گئیں۔ اور نہایت پریشان تھیں۔ کہ کیا کریں۔ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ صفوان جو حضرتؐ کے صحابیوں میں سے تھا اونٹ پر چلا آتا ہے حضرت عائشہ نے اُسے ٹھیرایا اور اپنا تمام ماجرا سنایا۔ وہ جھٹ اونٹ پر سے اُتر پڑا اور حضرت عائشہ کو اونٹ پر سوار کرکے آپ پیادہ مُہار پکڑ کر روانہ ہوا۔ اور قافلے سے جا ملا*

جب یہ خبر قافلے اور قافلے سے مدینے میں پہنچی۔ تو بدباطن اور خبیث النفس لوگوں نے جن کے دل ہمیشہ ناپاکی سے بھرے رہتے ہیں۔ طرح طرح کی ناپاک باتیں گھڑیں اور حضرت عائشہ پر بہتان باندھے آنحضرتؐ کو ان باتوں کے سننے سے بہت رنج ہوا۔ اور بمقتضائے بشریت تشویش پیدا ہوئی۔ اور تمام مہینہ پریشانی میں گذرا۔ مگر چونکہ دشمنوں کے بہتان کی کوئی اصلیت نہ تھی۔ اور حضرت عائشہ کی ذات ستودہ صفات ایسے خیالات سے پاک تھی۔ خداوند تعالےٰ نے اپنے فضل سے آنحضرتؐ کی پریشانی دُور کرکے آپؐ کو اطمینان بخشا۔ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر یہ طوفان کھڑا کیا تھا ان کو قانون شرعی کے بموجب اسی اسی ضرب تازیانہ کی سزا دی گئی*

جب ابوسفیان مسلمانوں کے ساتھ ایک برس کے لئے صلح

ابوسفیان اور دیگر قبائل کی مدینہ پر چڑھائی۔

کر کے چلا آیا۔ تو ایک دم کے لئے بھی وہ چین سے نہیں بیٹھا۔ جب مسلمان یہودیوں کے جھگڑوں میں پھنس رہے تھے تو وہ رات دن ان تدبیروں میں لگا ہوا تھا۔ کہ میعاد صلح کے ختم ہونے تک میں نئی مہم کی پوری پوری تیاری کر لوں۔ وہ عرب کے ایک ایک قبیلے کے پاس گیا۔ اور ہر ایک کو بڑی سرگرمی سے مسلمانوں کے برخلاف برانگیختہ کیا۔ اُس نے کوئی پہلو کوشش کا اس باب میں اُٹھا نہ رکھا۔ تمام قبائل عرب اور یہود اس کے ساتھ مل گئے +

صُلح کے سال کا ختم ہونا تھا۔ کہ ابُوسفیان نے اپنا ٹڈی دل لے کر مکّے سے حرکت کی۔ اس کے ہمراہ دس ہزار مسلح آدمیوں کا لشکر جرار مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ ہر متنفس جوش انتقام میں اس کیفیت سے نکلا۔ کہ گویا جان ہتیلی پر لئے تھا۔ غصے کی آگ انتقام کا جوش۔ اور مار ڈالنے یا مر مٹنے کے شعلے دلوں میں بھڑک رہے تھے۔ اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے +

خندق کی لڑائی

محمدؐ صاحب کو اس کی خبر لگی تو بہت تردّد ہوا۔ اُن کی تھوڑی سی جمعیّت۔ اس پر بھی یہ بے سروسامانی کہ ہتھیار تو درکنار پہننے کی معمولی پوشاک تک میسّر نہ تھی۔ انھوں نے پہلے اُحد کی لڑائی میں بھی بہت نقصان اُٹھایا تھا۔ اب تو دشمن کی جمعیت اور طاقت کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ اس کے علاوہ یہ سخت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینے کے یہودی اور عبداللہ ابن اُبیؔ دشمن کے ساتھ نہ مل جائیں آنحضرت کو اس خطرناک حملے سے مدینہ کو بچانے کی بہت فکر ہوئی۔

سلمان فارسی نے جو ایک ایرانی الاصل اور آپ کے فرمان
جاں نثار میں تھے۔ حضرتؐ کو اس فکر میں دیکھ کر یہ صلاح دی۔
کہ شہر کے چاروں طرف کچھ فاصلے پر ایک خندق کھدوائی جائے
کہ دشمن یک بہ یک شہر پر حملہ نہ کر سکیں۔ آپؐ نے اس تجویز کو پسند کیا
اور اسی وقت خندق کا کھدوایا جانا قرار پایا۔ مگر ان غریبوں کے
پاس کونسی سفر مینا کی پلٹن تھی۔ کہ خندق کھودنے پر لگا دی جاتی
آپ ہی بیچارے پھاوڑے سنبھال خندق کھودنے کھڑے ہو گئے۔
اور انہیں مزدوروں کے ساتھ انہیں کی طرح آنحضرتؐ بھی کھدائی
کے کام پر لگ گئے۔ ان جاں نثاروں کا تصور دل میں لاؤ۔
دس ہزار مسلح فوج سے جو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق ہے
مقابلہ کرنا ہے۔ خبر ہے۔ کہ دشمن اب آیا۔ کہ آیا۔ خندق کا کام ابھی شروع
ہی ہوا ہے۔ اس کے فکر میں کھانا پینا سب بھول گئے۔ کوئی خدا
کا بندہ ایک ٹوکری کھجوروں کی لے آیا۔ مگر کون اپنا کام چھوڑے
اور کھائے! مسلمان مورخوں نے اپنی خوش اعتقادی سے اس
واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔ کہ کھجوروں کی ایک ٹوکری سے سب
آدمیوں کا پیٹ بھر گیا۔ اور ٹوکری بھری کی بھری باقی رہی +
خیر اللہ اللہ کر کے خندق کی کھدائی ختم ہوئی۔ اور دشمن نے
بھی آ سر نکالا۔ جوں توں کر کے تمام شہر کے مسلمان بھی گرتے پڑتے
تین ہزار کے قریب ہو گئے۔ اور جس حالت میں تھے۔ اسی حالت میں
دشمن کے مقابلے میں آ جمے۔ گو کچھ سامان نہ تھا۔ مگر دلوں میں

زور ایمان تھا۔ دشمن نے آتے ہی سخت دھاوا کیا۔ مگر خندق کے کنارے پر آکر یک لخت رُکنا پڑا۔ اب خندق کے اس پار مسلمان تھے۔ اور اُس پار دشمن کا لشکر پڑا تھا۔ دونوں طرف سے تیراندازی کے وار ہونے شروع ہوئے۔ مسلمانوں نے جس طرح بن پڑا اپنی حفاظت کرتے رہے۔ لیکن عین لڑائی کے وقت آنحضرتؐ کو یہ اندیشہ ناک خبر پہنچی۔ کہ بنو قریظ جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا عہدوپیمان کر رکھا تھا وہ بھی دغابازی سے دشمن سے جاملے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی اہلِ اسلام کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ آنحضرتؐ نے اسی وقت اپنے سب اصحاب کو بلاکر مشورہ کیا۔ کہ اس حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ اور پوچھا کہ اگر ایسے وقت میں بنی غطفان کو محاصلِ مدینہ کا ایک ثلث دینا کرکے اپنے سے ملالیں تو کیسا ہے؟

بنی اَوس کے قبیلے میں سے سعد ابنِ معاذ ایک نہایت دل چلا اور بہادر شخص تھا وہ اُٹھا اور بولا کہ اگر یہ حکم آپ پر وحی سے نازل ہوا ہے تو ہمیں بسروچشم منظور ہے۔ اگر یہ آپ کی رائے ہے تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا۔ کہ "اے معاذ اگر وحی ہوتی تو مجھے تم سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہوتی؟ یہ میرا اپنا ذاتی خیال ہے"۔ اس نے کہا "اے پیغمبر خدا جب ہم بُت پرست تھے تو ہم نے بنی غطفان کو سوا مہمانداری کی صورت کے کبھی ایک کوڑی خراج نہیں دیا۔ اور اب جبکہ ہمیں

اللہ نے اسلام کی دولت اور آپ کی تابعداری کی عزت بخشی۔ تو ہم اس ذلت کو کس طرح گوارا کر سکتے ہیں؟ اگر دشمن میں ہمت ہے تو بزورِ شمشیر ہم سے ایک تہائی نہیں بلکہ کُل محاصل مدینہ لے لے۔ ہم بھی مرنے مارنے کے لیئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ آنحضرتؐ یہ سُنکر چپ ہو گئے۔

قریش کی شکست

حملوں اور تیر اندازی کا سلسلہ کئی دن تک جاری رہنے کے بعد قریش کے چند تنومند جوان جن میں عکرمہ ابن ابوجہل اور عمرو عبدوُد بھی تھے۔ ایک طرف سے موقعہ پاکر خندق کو پھاند اندر آکودے۔ اور للکار کر پکارا کہ آؤ کون ہمارا مقابلہ کرتا ہے؟ اہلِ اسلام میں سے سعد ابنِ معاذ اور علیؑ اور اَور کئی ایک بہادر جوان اُن کے مقابلہ کو نکلے۔ پہلے علیؑ اور عبدوُد کا آپس میں مقابلہ ہوا۔ القصہ بہت سے داؤ پیچ کے بعد علیؓ نے عبدوُد کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد لڑائی عام طور کی ہو گئی جس میں طرفین کا بہت نقصان ہوا۔ اور کئی جانیں تلف ہوئیں۔ سعد ابنِ معاذ بھی بہت زخمی ہوئے۔ لیکن اس مقابلہ کے بعد قریش کے جوان بھاگ نکلے۔ اس بھاگڑ میں ایک شخص نوفل ابن عبداللہ کا گھوڑا خندق میں گر پڑا۔ مسلمانوں نے اس پر پتھر پھینکنے شروع کئے۔ اُس نے کہا۔ کہ یوں گرے ہوئے کو مارنا جوانمردی نہیں۔ اگر کوئی بہادر ہے تو یہاں نیچے میرے سامنے آئے۔ اور اپنی شجاعت دکھائے حضرت علیؑ یہ سُنکر آنحضرتؐ سے اجازت لے کر خندق میں کُود ے

اور کہا۔ کہ نوفل اب اپنی شجاعت مجھے دکھا۔ یہ کہہ دونوں جوان اپنے اپنے جوہر شجاعت دکھلانے لگے۔ سخت مقابلہ کے بعد حضرت علیؑ اپنے حریف کا سر ہاتھ میں لئے خندق سے باہر آ گئے۔ اور عکرمہ کو بھی جو ابو جہل کا بیٹا اور قریش کا معزز سردار تھا سخت زخمی کیا۔ مگر وہ جوں توں کر کے بھاگ نکلا۔ اور گرتا پڑتا اپنے لشکر میں جا ملا۔ یہ معرکہ جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے۔

باوجود ان مختصر سپاہیوں کے مسلمانوں کو اتنا حوصلہ نہ تھا کہ خندق کے پار ہو کر لشکر قریش پر حملہ آور ہوں۔ لشکر قریش کو بھی باوجود اپنی بہتات اور اس پھیلاؤ کے کہ تمام جنگل کو گھیرے پڑے تھے ان ایمانداروں پر حملہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ وہ ان کی طاقت ایمان سے خوب واقف تھے۔ اور اس ساز و سامان پر بھی آگے بڑھتے جھجکتے تھے۔

مسلمانوں نے اب ایک داؤ کھیلا۔ انہوں نے ایک شخص کو اس مطلب کے لئے دشمن کی طرف بھیجا۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح ان میں اختلاف ڈال دے۔ چنانچہ پہلے وہ شخص بنو قریظہ کے پاس گیا اور ادھر ادھر کی باتیں بنا بنا کر کہنے لگا۔ آپ لوگوں کی عقل کہاں گئی۔ کہ مکہ والوں کا ساتھ دیتے ہو۔ اگر وہ ہار گئے۔ تو وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔ مگر تم یہیں کے رہنے والے ہو۔ اپنے گھر بار چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ مسلمان تم سے بہت بری طرح پیش آئیں گے۔ اگر تم ان کا ساتھ دینا ہی چاہتے ہو۔ تو

پہلے بنو قریظہ کی اپنی تشفی کر لو اور ان کے چند رئیسوں کو بطور یرغمال اپنے پاس بلالو۔ اور ان سے یہ اقرار کرالو۔ کہ جب تک وہ مسلمانوں کو نیست و نابود نہ کر دیں گے۔ تب تک وہ اپنے گھروں کو واپس نہ جائیں گے۔ ان کو یہ پٹی پڑھا کر اب وہ قریش کے پاس گیا۔ اور بہت خوشامد درآمد کی باتیں کر کے کہنے لگا۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ کہ بنو قریظہ جو ظاہرا آپ کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ وہ درپردہ مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں۔ بلکہ اُن کا یہ ارادہ ہے۔ کہ آپ میں سے چند عمائد کو بطور یرغمال اپنے پاس بلا کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ میں نے آپ کو یہ دوستانہ نصیحت کر دی ہے۔ آگے آپ کا اختیار ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ طرفین کو یہ پٹی پڑھا دہ تو رفو چکر ہوا۔ اب ابوسفیان نے جمعہ کی شام کو بنو قریظہ کو کہلا بھیجا۔ کہ کل صبح مسلمانوں پر حملہ کرنا ہوگا۔ آپ تیار رہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کل ہمارا سبت یعنی آرام و تعطیل کا دن ہے۔ ہم کچھ نہیں کرینگے۔ اور اگر آپ کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ تو پہلے چند رئیس بطور یرغمال ہمارے پاس بھیجدو۔ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ تمہارا ساتھ دینگے۔ پس اس سے قریش کو بنو قریظہ کی شرارت کا یقین ہوگیا۔ اس حالت میں انہوں نے حملہ کرنے کا ارادہ فسخ کر دیا جبکہ وہ اس تشش و پنج میں پڑے تھے۔ تو ایک رات بڑے زور شور سے آندھی چلی اور سخت طوفان آیا۔ اور اس قدر بارش ہوئی کہ قریش کے خیمے گر پڑے اور ان کا

سامان و اسباب بہہ گیا۔ جہالت اور وہم پرستی کا کال نہ کسی نے یہ اُڑا دیا کہ محمدؐ صاحب نے جادو کے زور سے یہ طوفان اُٹھایا ہے۔ اور وہ اپنی فوج لے کر قریش پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ جاہل ابُوسفیان یہ سن کر حواس باختہ ہو گیا۔ اور اُس نے فوراً بھاگ جانے کا حکم دے دیا۔ اور خود ایک سانڈنی پر سوار ہو کر سب سے پہلے بھاگ نکلا۔ اور یہ آسمانی طوفان اُس کے مخلص بندوں کے لئے بارانِ رحمت ثابت ہوا۔

مسلمانوں کا بنو قریظہ کے قلعہ پر قبضہ

جب قریش کا کچھ اندیشہ نہ رہا۔ تو اہلِ اسلام نے بنو قریظہ سے عہد شکنی کا جواب طلب کیا۔ اور دغابازی کے انتقام میں ان کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ چند روز تک تو وہ محصور بیٹھے رہے مگر آخر تاب نہ رہی۔ ناچار ہو کر قلعہ مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا۔ اور انہوں نے قبیلۂ بنی اَوس کی جو اُن کے دوست تھے سفارش کروائی۔ اور یہ درخواست کی کہ مسلمان اس بات میں خود کچھ نہ کریں۔ بلکہ اس قبیلہ کے سردار سعد ابنِ معاذ کی رائے پر فیصلہ چھوڑ دیں۔ اہلِ اسلام کو اس کے قبول کرنے میں بہت تامل تھا۔ اِس لئے کہ سعد ابنِ معاذ بنی قریظہ کا دوست و مددگار تھا۔ اور معاملہ ایسا سنگین تھا۔ کہ مسلمان اس میں بالکل درگزر کرنا نہ چاہتے تھے۔ اگر اتفاق اور خوش نصیبی سے طوفانِ بارش نہ آ جاتا تو جو لشکر بیشمار اقوام عرب کا جمع ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں کو تباہ کئے بغیر کبھی نہ چھوڑتا۔ ایسے نازک موقع پر بنی قریظہ کا جو

دوستی اور مدد کا عہد و پیمان کر چکے تھے دشمن کے ساتھ مل جانا ایک ایسی کارروائی تھی۔ کہ اگر وہ عمل میں آجاتی تو پھر اہلِ اسلام کا نام و نشان مدینہ میں نہ رہتا۔ اس کارروائی کے بعد بجز اس کے کہ بنی قریظہ دین اسلام اختیار کریں۔ کوئی صورت اطمینان کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ اپنے قول کا اعتبار کھو بیٹھے تھے۔ اور اب ان کی طرف سے کوئی معاہدہ ہوتا تو اس سے اطمینان کی صورت نہ تھی۔ مگر انہیں مسلمان ہونا ہرگز منظور نہ تھا +

سعد ابن معاذ کا فیصلہ یہودیوں کے قتل کا۔

آخر سعد نے دونوں فریق سے یہ بات پختہ کر کے کہ میرا فیصلہ قطعی مانا جائے یہ حکم سنایا۔ کہ بنی قریظہ نے دوستی کا عہد کر کے دانستہ بدترین دغابازی اور بغاوت کا ارتکاب کیا جس کی سزا کسی طرح موت سے کم نہیں ہو سکتی۔ میں حکم دیتا ہوں ۔ کہ اہلِ قلعہ میں سے جو مسلح سپاہی ہیں وہ قتل کئے جائیں۔ اور عورتیں اور بچے غلام بنائے جائیں۔ اور اُن کا مال و متاع ضبط کر کے سپاہِ اسلام میں تقسیم کر لیا جائے +

ممکن ہے کہ آنحضرتؐ اس قدر سخت حکم نہ دیتے لیکن سپاہ بنی قریظہ پر اس قدر آگ بگولہ ہو رہی تھی۔ اور معاذ کے فیصلے کا قطعی ہونا ایسا صاف طور پر تسلیم ہو چکا تھا۔ کہ اب اس میں ترمیم ہونا ناممکن تھا۔ اور حکم صادر ہونے کی دیر تھی۔ کہ اہلِ اسلام نے فوراً اُس کی تعمیل کرا دی۔ کہتے ہیں۔ کہ تقریباً ۲۵۰ مجرم جرم بغاوت میں سزائے موت سے سزایاب ہوئے +

یہ سزا بظاہر بہت بے دردی کی صورت رکھتی تھی۔ لیکن جن حالات میں وہ صادر کی گئی۔ اُن کے لحاظ سے غیر منصفانہ نہ تھی اور اس زمانہ کی مُہذب گورنمنٹ کو اگر ایسے واقعات پیش آئیں تو وہ بھی ایسے مجرموں کے لئے یقیناً یہی سزا تجویز کرے۔ اور کچھ شک نہیں کہ دو ڈھائی سو مفسدوں کی جانوں کے مقابلے میں تمام ملک کا امن زیادہ وقعت رکھتا تھا۔

جو لوگ ایسے موقعوں پر حضرتؐ کا مقابلہ مسیح یا اور پیشوایان دین سے کرتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو ایسے حالات پیش آئے۔ کہ اپنے تابعین کی حفاظت کے لئے انہیں حکومت بھی ہاتھ میں لینی پڑی۔ وہ یوں بھی محافظ کعبہ ہونے کی حیثیت سے عرب میں ایسا اعزاز رکھتے تھے۔ کہ اُن کے خاندان کے آگے تمام ملک کی گردنیں جُھکتی تھیں۔ اور اب تو خدا تعالےٰ نے تمامی بادشاہت دے دی تھی۔ ایسی حالت میں ان کے احکام کا مقابلہ اگر کیا جا سکتا ہے۔ تو دُنیا کے اور بادشاہوں اور فرمانرواؤں سے ہو سکتا ہے نہ کسی تارک الدُنیا درویش سے۔ ان دونوں کے طریق میں بے انتہا فرق ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا ٹھیک کہا ہے ؎

گفت او گلیم خویش بدر مے برد ز موج
دیں جہد مے کند کہ بگیرد غریق را

باب ششم

محمد صاحب اور مہاجرین کی یادِ وطن۔ حج کعبہ کا شوق۔ مکہ والوں کے ساتھ صلح اور عہد و پیمان جدید۔ آس پاس کے شہنشاہوں کو سفارتیں۔ یہودیوں کی تازہ مخالفت پر کربستگی۔ خیبر پر چڑھائی۔ حضرت کا اخیر حج۔ اہلِ روما پر چڑھائی۔ اہلِ مکہ کی عہد شکنی۔ مکہ پر چڑھائی۔ فتح مکہ۔

حبِّ وطن از مُلکِ سُلیماں خوشتر
خارِ وطن از سُنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی مے کرد
مے گفت گدا بودنِ کنعاں خوشتر

محمد صاحب اور مہاجرین کو وطن چھوڑے چھ برس کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اور پردیس کی سختیوں کے عادی ہو گئے تھے۔ مگر آخر کار وہ اُنس و محبت جو ہر شخص کو اپنے وطن سے ہوتی ہے۔ اُن کے سینوں میں بھی جوش زن ہوئی۔ پردیس میں انسان خواہ کیسے ہی اعلےٰ رتبہ پر کیوں نہ ہو۔ کیسے ہی عمدہ سے عمدہ مکان میں کیوں نہ رہتا ہو۔ لیکن پھر بھی اُس کو اپنا وہ پُرانا جھونپڑا جس میں اُس نے جنم لیا تھا۔ یاد آتا ہے۔ صرف یاد ہی نہیں آتا۔ بلکہ اس کے دیکھنے اور اس میں چند روز بسر کرنے کو جی

محمد صاحب اور مہاجرین مکہ کی یاد وطن

ترستا ہے۔ اُدھر اس اُنس و محبت نے اور اُدھر اُس گھر کے جو کل عرب میں زمانہ قدیم سے روایتاً متبرک اور مقدس خیال کیا جاتا تھا۔ دیکھنے کے شوق نے ان کے دلوں میں ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔ کعبہ کے سالانہ میلہ کا وقت بھی قریب آن پہنچا تھا۔ عرب میں ہر ایک طرف سے اس گھر کے گرد طواف کرنے اور تجارت سے نفع اٹھانے کی غرض سے تمام قومیں جا رہی تھیں۔ اہل اسلام نے بھی اپنے قومی معبد کی زیارت کی خواہش کی۔ اور اسی وقت مہاجرین اور انصارین میں سے ڈیڑھ ہزار کے قریب زائر ساتھ چلنے کو راضی ہو گئے۔ سفر کی تیاری کی گئی۔ اور سب کے سب بے ہتھیار اُس مقدس گھر کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ کہ کوئی دشمنی یا لڑائی کا وہم دل میں نہ لائے۔ باوجود اس کے کہ یہ سب لوگ بے ہتھیار تھے۔ قریش ان کی آمد کی خبر سن کر ایک بڑی بھاری فوج لے کر مکہ کے راستے میں آ پڑے۔ کہ مسلمانوں کو کسی طرف سے بھی اندر نہ گھسنے دیں۔ جب مسلمان وہاں پہنچے۔ تو انہوں نے اپنا ایک قاصد قریش کے پاس اپنے آنے کا مقصد بتلانے کے لئے بھیجا۔ مگر وہ نہایت بدسلوکی سے پیش آئے۔ اور کہلا بھیجا کہ ہم مسلمانوں کو مکہ کی حدود کے اندر گھسنے نہیں دیں گے۔ بلکہ انہوں نے اپنے سپاہیوں کو صاف یہ حکم دے دیا۔ کہ جو مسلمان کعبہ کی طرف قدم بڑھائے۔ فوراً اُس کا سر کاٹ ڈالو۔ بعض بے ادبوں نے محمدؐ صاحب کو پتھر بھی مارے اور ان پر تیر چلائے۔

حج کعبہ کا شوق

مکہ والوں کے ساتھ صلح و عہد و پیمان حدیبیہ

یہ حال دیکھ کر مسلمانوں کو بھی بہت غصہ آیا۔ وہ چند آدمیوں کو پکڑ کر محمدؐ صاحب کے پاس لے گئے۔ مگر آپ نے اُن کو صاف چھوڑ دیا۔ اور قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم لڑائی کرنے نہیں آئے۔ ہم دوستی کی راہ سے آئے ہیں ؎

ما برائے وصل کردن آمدیم
نے برائے فصل کردن آمدیم

انہوں نے یہ بھی یقین دلایا کہ آپ لوگ جو شرائط پیش کریں گے وہ ہم منظور کرینگے۔ چنانچہ بڑے ردّ و قدح کے بعد روسائے قریش آئے۔ اور ایک صلحنامہ تیار کیا گیا۔ جس میں طرفین نے مفصلہ ذیل شرائط منظور کیں :-

۱- دس برس تک کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے +

۲- اگر کوئی قریش اپنے سرپرست یا سردار کی اجازت کے بغیر محمدؐ صاحب کے پاس چلا جاوے۔ تو وہ قریش کے حوالہ کیا جائے +

۳- اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے تو وہ مسلمانوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا +

۴- عرب کے اور قبائل جس فریق کے ساتھ چاہیں گے بلا روک ٹوک مل سکیں گے۔ اِس میں کسی کو عذر نہیں ہوگا +

۵- اب مسلمان آگے نہ بڑھیں۔ اور واپس چلے جائیں۔ سال آئندہ اُن کو مقدس گھر کا طواف کرنے اور ٹھیرنے کے لئے صرف تین دن کی اجازت ہوگی۔ مگر اس وقت ان کو مکّہ میں بالکل بے ہتھیار

آنا ہوگا +

اِس صُلحنامہ کی شرائط سے مجبور ہو کر کُل مسلمان مایوس و دل شکستہ مدینہ کو واپس چلے آئے +

محمدؐ صاحب سے پہلے دُنیا میں بہت سے نبی گزر چکے تھے۔ اور ان میں سے بعض جیسے حضرت موسٰےؑ اور حضرت مسیحؑ نہایت اولوالعزم پیغمبر تھے۔ لیکن ان کی رسالت اور آنحضرتؐ کی رسالت میں یہ بڑا فرق تھا۔ کہ وہ نبی صرف اپنے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل کی ہدایت کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ حضرت موسٰیؑ کی نبوت اور اُن کی کُل زندگی بنی اسرائیل اور ان کے ہی معاملات میں صرف ہوئی۔ حضرت مسیحؑ بھی ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ میں بنی اسرائیل کی بھُولی بھٹکی بھیڑوں کو راستہ دکھانے آیا ہوں۔ چنانچہ انہیں کی ہدایت میں لگے رہے۔ لیکن آنحضرتؐ نے کبھی یہ نہیں کہا۔ کہ "میں بنی اسمٰعیل کی ہدایت کے لئے آیا ہوں"۔ اُنہوں نے بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کو ایک آنکھ سے دیکھا۔ بلکہ اُنہیں اور تمام دُنیا کو اپنا بھائی جانا اور سب کو یکساں محبت اور دردمندی سے پیغامِ الٰہی سُنایا۔ بادشاہوں کے شان و شکوہ کا رُعب بھی انہیں پیغامِ الٰہی کے پہنچانے سے مانع نہیں ہوتا تھا۔ وہ جس آزادی سے ایک ادنٰے غریب آدمی کو صداقت کی طرف بُلاتے تھے اُسی آزادی سے بے دھڑک عظیم الشان بادشاہوں اور شاہنشاہوں کو

حضرت محمدؐ صاحب

پیغامِ حق بھیجتے تھے۔ چنانچہ اس سال انہوں نے بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہوں اور فرمانرواؤں کو اپنی رسالت کا پیغام بھیجا۔ اور انہیں دینِ حق کی طرف مدعو کیا جن جن بادشاہوں کی طرف اس قسم کے فرمان بھیجے گئے۔ ان میں چار نہایت قابلِ ذکر ہیں:۔

۱۔ کسرےٰ۔ خسرو پرویز۔ شاہِ ایران +

۲۔ ہرقل شہنشاہِ قسطنطنیہ یعنی قیصر سلطنتِ روما +

۳۔ نجاشی شاہِ ابی سینیا یعنی ملک حبش +

۴۔ شاہِ بنی غسان +

جو فرمان ان بادشاہوں کے پاس بھیجے گئے۔ نہایت سادہ اور ان کا مضمون نہایت مختصر تھا۔ ان کا خاکہ یہ تھا:۔

"یہ خط محمدؐ کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور اُس کا پیغامبر ہے فلاں بادشاہ کی طرف۔ معلوم ہو کہ جس نے توحیدِ الٰہی کے دین کو اپنا شعار بنایا۔ وہ ہمیشہ کی سلامتی میں آیا۔ میں تمہیں اُسی دینِ وحدانیت کی طرف بُلاتا ہوں۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو دین دُنیا کی سلامتی پاؤ گے +

کہتے ہیں۔ کہ جب یہ خط کسرےٰ فارس کے پاس پہنچا۔ تو اس کے ہاں بڑے دھوم دھام کا جشن ہو رہا تھا۔ شاہ مذکور نے اُنہیں دنوں اہل روما پر بڑی بھاری فتح پائی تھی۔ اور یہ جشن اُسی فتح کی خوشی میں منایا گیا۔ جب شاہِ ایران کے سامنے یہ چٹھی

پڑھی گئی۔ اور اس نے اپنا نام محمد صلعم کے نام کے بعد سُنا۔ تو طیش میں آکر غصے سے اس چٹھی کے پُرزے پُرزے کر ڈالے + آنحضرت صلعم کو جب اس ماجرے کی خبر پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اگر وہ راہِ حق اختیار نہیں کریگا۔ تو خدا اُس کی سلطنت کے اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کریگا جس طرح اُس نے پیغامِ الٰہی کے کئے ہیں۔ چنانچہ چند سال کے اندر ایسا ہی ہوا۔ کہ سلطنت ایران نیست و نابود ہو گئی +

ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ کے پاس جب آپ کی سفارت پہنچی۔ تو شہنشاہ نے اُس کے ساتھ نہایت دوستانہ سلوک کیا۔ نہایت تعظیم سے اس پیغام کو دربار خاص میں سب کو سُنایا۔ گو شہنشاہ ساری قوم کے لحاظ سے یک لخت اپنا دین نہیں بدل سکتا تھا۔ مگر اُس سے نہایت اکرام و احترام کے ساتھ بیش بہا تحائف آنحضرت صلعم کے لئے بھیج کر سفارت کو واپس کیا +

نجاشی شاہِ ابی سینیا نے سفارت محمدی کی تعظیم و تکریم میں اور بھی مبالغہ کیا۔ اور آپ کی نبوت کی پوری تصدیق کی۔ اور دین اسلام اختیار کیا۔ اور ایک نہایت بیش بہا بادپا گھوڑا۔ اور اصطبل خاص کا ایک بے نظیر خچر جو دلدل کے نام سے مشہور تھا۔ اور خدمتگار کنیز جس کا نام بریرہ تھا۔ آپ صلعم کی خدمت میں بطور تحفہ ناچیز سفارت کے ہمراہ بھیجے +

شاہ بنی غسان نے سفارت کے ساتھ نہایت بے ادبانہ

سلوک کیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے سفیر کو قتل کروا ڈالا۔ اس بے ادبی سے اگرچہ مسلمانوں کے دلوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ مگر اسی واقعہ سے فتح رُوم شام کا دروازہ کھُلا جس کا بیان آگے آئیگا ✦

یہودیوں کی تازہ مخالفت یہکر بستگی

یہودی ہمیشہ سے مسلمانوں کے مخالف چلے آتے تھے۔ باوجودیکہ اخیر میں اُن کو اس قدر مصیبتیں سہنی پڑیں۔ قتل ہوئے۔ جلاوطن کئے گئے۔ ان کا مال و اسباب ضبط کیا گیا۔ مگر پھر بھی اُنہوں نے اپنی دلی عداوت کو نہ چھوڑا۔ ان کی ایک بڑی بستی مدینہ سے تین چار منزل پر گوشۂ شمال ومشرق کی طرف خیبر کے نام سے مشہور تھی۔ خیبر کے علاقے میں کئی قلعے تھے۔ ان میں ایک قلعہ القموص بہت مضبوط اور نہایت مستحکم تھا۔ وہاں کے یہودی گو پہلے ہی سے مسلمانوں کے دشمن تھے۔ مگر جب ان کے بھائی بند بنی نظیر اور بنی قریظہ جلاوطن ہو کر اُن کے پاس پہنچے۔ تو ان کی عداوت بہت بڑھ گئی۔ اور انہوں نے ایک آخری کوشش مسلمانوں کی بیخکنی کی کی۔ اس سازش میں نہ صرف تمام یہودی شامل ہوئے۔ بلکہ وہ ایسی چالیں چلے۔ کہ بعض قبائل عرب بھی اُن کے ہمراہ ہوئے۔ چنانچہ عرب کا قبیلہ بنی غطفان بھی بڑی بھاری جمعیت سے انکے ساتھ ملنے کو تیار ہو گیا۔ اور مسلمانوں پر ایک نہایت سخت حملہ کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ مسلمانوں کو بھی خبر لگ گئی۔ انہوں نے دیر کرنی مناسب

خیبر پر چڑھائی

نہ جاتی اور قبل اس کے کہ اُن کی پوری تیاریاں ہوں ابتدائے محرم سنہ ۷ ہجری کو چودہ سو آدمی قلعہ خیبر پر جا چڑھے ابھی تک یہودیوں کے پاس باہر سے مدد نہ پہنچی تھی۔ وہ تاب مقابلہ نہ لاکر قلعوں میں محصور ہو بیٹھے۔ مگر مسلمان جانباز بھی ایسی جان توڑ کر لڑے کہ ہر ایک قلعہ کو یکے بعد دیگرے فتح کر لیا۔ اور بالآخر القموص بھی جو سب سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھا۔ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ القموص کے فتح ہوتے ہی اِردگرد کے تمام یہودیوں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور اُن کے قبائل نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اب خیبر کے تمام یہودیوں نے یک دل ہو کر محمدؐ صاحب سے معافی مانگی۔ اور نہایت عاجزی سے نیک سلوک کی درخواست کی۔ محمدؐ صاحب نے انکی ملکیت اراضی اور کل جائداد غیر منقولہ اس شرط پر ان کو واپس دیدی۔ کہ آئندہ وہ کبھی مسلمانوں کے برخلاف سر نہ اٹھائیں۔ اُنہیں پوری مذہبی آزادی کے ساتھ اپنے دین پر رہنے کی اجازت دی گئی۔

کہتے ہیں۔ کہ جب محمدؐ صاحب اس فتح کے بعد خیبر میں داخل ہوئے۔ تو ایک یہودن نے اُن کی دعوت کی۔ آپ نے اس کی خوشی کے لئے دعوت منظور کی۔ مگر اس بدباطن عورت نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ چنانچہ آپ کے رفیقوں میں سے ایک شخص تو کھاتے ہی مر گیا۔ اور محمدؐ صاحب نے ایک ہی لقمہ کھایا تھا۔ کہ اُن کو کھانا بدمزہ معلوم ہوا۔ انہوں نے اُسی

وقت کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر جو ایک دو لقمے کھائے تھے
اُنہوں نے بھی محمدؐ صاحب کو بہت ہی تکلیف دی۔ ان کی
صحت خراب ہو گئی۔ اور اس کا اثر اُن کی اخیر زندگی تک قائم
رہا۔ یہاں تک کہ مرتے دم بھی انہوں نے اسی زہر کی شکایت
کی۔ مگر باوجود اس شرارت کے انہوں نے عورت جان کر اس
کو کچھ نہ کہا۔ اور اسے اپنے قبیلے میں آرام و چین سے رہنے
کی اجازت دی گئی +

جب محمدؐ صاحب خیبر سے مدینہ میں پہنچے تو اُن کو خبر ملی
کہ اُمِ حبیبہ بنت ابو سفیان کا خاوند ابی سینیا میں مر گیا۔
اور وہ مدینہ میں آئی ہے۔ اُمِ حبیبہ نہایت صادق الایمان
عورت تھی۔ چونکہ اُس کا باپ حضرت کا جانی دشمن تھا۔ اس
لئے وہ اپنے وطن مکہ جانے سے ڈرتی تھی۔ اس نے چاہا کہ
بی بی سودا کی طرح مجھے بھی حضرت زوجیت سے شرف دے کر
پناہ میں لیں۔ حضرت نے اس تعلق میں ایک بہت بڑا فائدہ
دیکھا۔ انہوں نے سوچا۔ کہ اس شادی سے مجھ میں اور ابوسفیان
میں ایک نہایت قریبی رشتہ قائم ہو جائیگا۔ اور پرانی عداوت
جاتی رہیگی۔ اُمِ حبیبہ ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ اور اُس کے ہاں
پہلے خاوند سے لڑکی بھی تھی۔ جس کو حبیبہ کہتے تھے۔ اور اسی
وجہ سے وہ اُمِ حبیبہ کہلاتی تھی۔ محمدؐ صاحب نے اس سے
نکاح کر لیا +

ساتویں برس کے اخیر میں مسلمان اس صلح نامہ کی شرائط کے بموجب جو قریش نے اُن سے کیا تھا۔ مکّہ کی طرف گئے۔ اور اپنے دل کی اس قدرتی خواہش کو جو ہر ایک فرد بشر میں وطن کو دیکھنے کی ہوتی ہے پورا کیا۔ وہ تین دن تک کعبہ میں رہے۔ اور اُس رسم عبادت کو جو ان کے دادا ابراہیمؑ کے وقت سے مقدس گنی جاتی تھی بجالائے۔ اس واقعہ کو مسلمان مورخوں نے عمرۃ القضا کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس شکرگزاری میں کہ اہل اسلام کو اپنے وطن کے دیکھنے اور زیارت کعبہ کی اجازت دی گئی۔ محمدؐ صاحب کا ارادہ ہوا کہ چلنے سے پہلے وہ اہل مکّہ کی ضیافت کریں۔ اور اُن کے اس عہد و پیمان کو پُورا کرنے کا شکریہ ادا کریں۔ مگر انھوں نے کہلا بھیجا کہ تین دن مکّہ میں ٹھیرنے کے گزر چکے ہیں۔ اب مسلمان فوراً شہر سے نکل جائیں حضرتؐ یہ پیغام سُن کر فوراً شہر سے باہر ہو گئے۔ اور چند میل کے فاصلے پر جنگل میں جا کر خیمے ڈال دئے۔ محمدؐ صاحب اور اُن کے سب تابعین نے اس خوبی سے برتاؤ کیا۔ کہ قریش کے دلوں پر بے انتہا اثر ہوا۔ ان میں سے بہت سے اُسی وقت مسلمان ہو گئے۔ بہادر خالد ابن ولید نے جو آپ کا جانی دشمن اور جنگ اُحد میں اُن کی جان کا خواہاں تھا۔ ان کی اُس عالی ہمتی اور کشادہ دلی کا قائل ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور مشہور و معروف شاعر عمرو ابن العاص بھی جس نے

حضرتؐ کی ہجو میں قصائد لکھے تھے مسلمان ہو گیا ۔

اس وقت محمدؐ صاحب نے قبیلۂ قریش کی ایک بڑھیا عورت سے جس کا نام میمونہ تھا نکاح کیا۔ یہ نکاح خالد ابن ولید کے ساتھ تعلقاتِ قریبہ پیدا کرنے کے لئے کیا گیا۔ میمونہ کی عمر اُس وقت پچاس سال سے بھی زیادہ تھی۔ جن مقاصد کو مدنظر رکھ کر یہ نکاح کیا گیا تھا۔ ان میں محمدؐ صاحب پورے پورے کامیاب ہوئے ۔ خالد ابن ولید جیسے جانی دشمن ان کے دوست جان نثار بن گئے ۔

چونکہ شاہ بنی غسّان نے مسلمانوں کے ایلچی کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس واسطے مسلمانوں نے اس سے انتقام لینے کے لئے تین ہزار آدمیوں کو روانہ کیا۔ قبیلہ بنی غسّان عیسائی تھا۔ اور ہرقل شاہِ قسطنطنیہ کا باجگزار تھا۔ اس لئے اُس نے اُن کی مدد کے لئے ایک جرّار فوج روانہ کی۔ اس فوج کا مسلمانوں سے شہر موتہ کے قریب جو شام میں واقع ہے۔ مقابلہ ہو کر سخت جنگ ہوئی۔ جس میں طرفین کا بہت نقصان ہوا۔ مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں گو مسلمان کامیاب ہوئے مگر ان کا اس قدر نقصان ہوا۔ کہ وہ اس فتح سے کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے اور ناچار مدینہ کو واپس چلے آئے ۔

اہل مکّہ کی عہد شکنی

صلحنامہ حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ قریش مکّہ اہل اسلام کے طرفداروں اور ہم عہدوں سے تعرض

نہ کریں۔ اور اہل اسلام قریش کے طرفداروں سے نہ لڑیں لیکن قریش مکّہ نے تھوڑے دنوں میں ہی اس صلحنامہ کو بالکل بالائے طاق رکھ کے پھر چھیڑ چھاڑ اٹھائی۔ قبیلۂ بنی خزاعہ آنحضرت کا طرفدار تھا۔ اور قبیلہ بنی بکر قریش کا مددگار تھا۔ اتفاق سے ان دونوں قبیلوں میں کسی بات پر لڑائی چھڑ گئی۔ بنی خزاعہ مسلمانوں کے دوست تھے۔ انہوں نے اہل اسلام سے مدد مانگی۔ اہل اسلام شرائط صلحنامہ کے بموجب مدد دینے سے معذور تھے۔ وہ مدد دینا چاہتے تھے۔ مگر معاہدہ کی موجودگی میں کس طرح مدد دیتے ؟ اپنے قول کا پاس کرکے خاموش رہ گئے۔ مگر قریش نے بنی بکر کو مدد دینے میں ذرا تامل نہ کیا۔ انہوں نے جھٹ تیاریاں شروع کر دیں۔ اور سرداران قریش میں سے بعض سردار بھیس بدل کر خود لڑائی میں شامل ہوئے جس سے سراسر یہ مقصود تھا۔ کہ طرفداران اہل اسلام کو ضعف پہنچایا جائے ؞

اس لڑائی نے ایک اور بُرا پہلو اختیار کیا۔ یعنی قریش مکّہ نے بنی خزاعہ کے ساتھ لڑائی کرنے میں یہاں تک زیادتی کی کہ لڑتے لڑتے حرم محترم کے حدود کے اندر آ گھسے ہرچند بنی خزاعہ نے فریاد کی اور چلّائے کہ خدا سے ڈرو۔ حرم محترم کی عزت رکھو۔ مگر قریش نے ایک نہ سُنی۔ اور سخت ظلم سے بیس مسلمانوں کو شہید کیا ؞

عمرؓ بن خزاعی آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا۔ اور قریش مکہ کی اس عہد شکنی اور ظلم و تشدد کا حال سُنایا۔ یہ کارروائی صرف شرائط صلحنامہ اور معاہدہ کے ہی خلاف ورزی نہ تھی۔ بلکہ ان حرکات سے قریش نے اپنے اُس قدیمی پاک دستور کو بھی توڑ ڈالا۔ کہ کوئی شخص حرم محترم کے حدود کے اندر کشت و خون کا مرتکب نہ ہو۔ ابراہیمؑ کے زمانے سے حرم کی اس قدر عزت ہوتی چلی آئی تھی۔ کہ اگر کوئی شخص خون کرکے حرم کی حدود میں آجاتا۔ تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اسے گرفتار کرے۔ چہ جائیکہ اُس مقدس حدود میں انسان کا خون بہایا جائے +

مکہ پر چڑھائی

آنحضرت کو قریش کی عہد شکنی سے بہت رنج ہوا۔ اور بنی خزاعہ پر نہایت رحم آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "اگر میں اب تمہاری مدد نہ کروں تو خدا تو میری مدد نہ کیجیو"۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ کہ اہل اسلام نے مکے پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کردیں۔ ۱۷۔ رمضان المبارک کو صاف طور پر اس کا اعلان کردیا گیا۔ چنانچہ بہت جلد دس ہزار آدمیوں کا لشکر آپ کے زیر رکاب جمع ہوگیا۔ اور آپ نے اس لشکر کے ساتھ مکے کو کوچ کیا +

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اس موقع پر توریت مقدس کی وہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ جس میں پہلے نبیوں نے حضرت موسیٰ۔

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ صاحب تینوں نبیوں کے آنے
کی خبر دی تھی۔ چنانچہ کتاب استثنا باب ۳۳ میں یوں لکھا ہے:۔
"خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔
فاران کی چوٹیوں سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسی
اس کے ساتھ ہیں۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت
ہے"۔

اس پیشینگوئی میں کوہ سینا سے آنے والا موسےٰ نبی ہے۔
اور شعیر سے طلوع ہونے والا مسیحؑ ہے۔ اور فاران پر جلوہ گر
ہونے والا نبی محمدؐ صاحب ہیں۔ کیونکہ فاران نام ہے مکّے
کے پہاڑ کا۔ چنانچہ محمدؐ صاحب کی نبوّت سے پہلے کا زمانہ یُوں
بیان کیا گیا ہے ؎

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

غرض یہ لشکر بلا مزاحمت منزلیں طے کرتا مکّہ کے قریب
جا پہنچا۔ قریش مکّہ کو بھی شائد بھنک پہنچ گئی تھی۔ اُنھوں نے
بھی مقابلہ کی تیاریوں کا ارادہ کیا۔ لیکن اب عرب میں
اہل اسلام کی ایسی دھاک بندھ گئی تھی۔ کہ لشکر کے آمد
کی خبریں سُن سُن کر قریش مکّہ کے ہاتھ پاؤں پھُول گئے۔
ابُوسفیان لشکر اسلام کا کھوج لیتا پھرتا تھا۔ وہ ایک شام
اُسی جنگل میں آ پہنچا جہاں لشکر اُترا ہوا تھا۔ جنگل میں ہر طرف

کوسوں تک آگ جلتی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جدھر نظر اٹھاتا تھا ہر طرف سپاہ اسلام بکھری دکھائی دیتی تھی +

حضرتؐ کے چچا عباسؓ اپنی بلند آوازی میں مشہور تھے وہ جو بات آہستہ بھی کہتے تھے۔ وہ دوسروں کے چلانے کے برابر ہوتی تھی۔ انہوں نے کسی سے کہا کہ اگر اب قریش نے ذرا سی بھی مزاحمت کی تو مکے سے ان کا نام ونشان مٹ جائیگا۔ یہ بات ابوسفیان کے کان میں پہنچ گئی۔ وہ ڈرتا ڈرتا حضرت عباسؓ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ آپ ہمارے بزرگ ہیں ہمارے لئے جو بہتر ہو وہ ہمیں بتلائیں حضرت عباسؓ نے کہا کہ بس تمہارے دین و دنیا کے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تم حضرتؐ کی خدمت میں ابھی چلو۔ اور خدائے واحد پر ایمان لے آؤ۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کہیں حضرت عمرؓ نے دور سے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ وہ ننگی تلوار لے کر لپکے۔ اور کہا اس کافر کو یہاں کون لایا۔ عباسؓ نے بڑی مشکل سے انہیں روکا۔ اور جلد دوڑے ہوئے حضرتؐ کی خدمت میں گئے۔ اور اجازت لے آئے۔ کہ ابوسفیان کو کوئی قتل نہ کرے۔ تھوڑی دیر میں ابوسفیان بھی حضرتؐ کی خدمت میں آپہنچا۔ حضرتؐ نے نہایت شفقت سے اس کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ آپ نے از راہِ محبت اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بہت سی ہمدردی سے اُسے سمجھایا کہ دیکھو ابوسفیان ذات پاک اللہ کے سوا کوئی چیز

ایسی نہیں کہ اُس کی عبادت کی جائے۔ اُسی کی عبادت سچی عبادت ہے۔ اور اُسی کا دین سچا دین ہے جن چیزوں کی تم پرستش کر رہے ہو وہ تمہیں کوئی فائدہ یا ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ میں جو کچھ تمہیں کہہ رہا ہوں تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہہ رہا ہوں +

ابُو سفیان نے کہا۔ "اے رسُول خدا آپ کے رحم اور حلم کی ہم سے تعریف نہیں ہو سکتی۔ ہم نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا ہمیں خوب طرح یاد ہے۔ اور اس کے عوض جو شفقت آپ ہم پر ظاہر فرما رہے ہیں وہ بھی عیاں ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ واقعی وہ چیزیں جن کی ہم پرستش کرتے تھے پرستش کے قابل نہ تھیں۔ وہ ہماری مدد کرتیں۔ تو ہم کیوں ذلت پر ذلت اُٹھاتے اور شکست پر شکست کھاتے ہیں؟ میں لوگوں کے سامنے سچے دل سے بُت پرستی چھوڑ کر خدا کا سچا دین توحید اختیار کرتا ہوں +

لشکر اسلام میں ذرا سی دیر میں یہ خبر ہوا کی طرح ہر طرف اُڑ گئی۔ مسلمانوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور جس ذلت اور حقارت سے ابُو سفیان کا ذکر کیا جاتا تھا ویسی ہی عزت و حرمت سے اُس کا ذکر ہونے لگا +

اگلی صبح لشکر اسلام آراستہ و مرتب ہو کر مکے کی طرف بڑھا چند لوگ پہاڑیوں پر کھڑے ہوئے لشکر کا کوچ دیکھ رہے تھے فتح مکہ

شاید اہل مکہ نے اُن کو دیکھنے کے لئے بھیجا تھا۔ سب سے اوّل قبیلہ بنو سلیم کا دستہ فوج گزرا۔ یہ لوگ اپنی شجاعت میں نہایت نامور تھے۔ تمام فوج ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے نیزے ہلاتے ہوئے بلند آوازوں سے تکبیریں کہتے چلے جاتے تھے۔ اہل سلام کا شیر ببر خالد بن ولید اُن کا سپہ سالار تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں نشان فوج تھا۔ اس کے بعد زبیر بن عوام کی سپاہ آئی۔ اُن کے ہاتھ میں لڑائی کا سیاہ نشان تھا۔ اُن کے ہتھیار صبح کی دھوپ میں ایسے چمک رہے تھے۔ کہ آنکھوں میں چکاچوند ہوتی تھی۔ اس کے بعد بنو کعب بن عامر اور ان کے بعد قبیلہ مزینہ کی فوجیں دو نشان جنگ لئے ہوئے بڑی شان و شوکت سے گزریں۔ اس کے بعد حضرتؐ بذات خود قصوا اونٹنی پر سوار تشریف لائے۔ آپ اُس روز سر پر سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور نہایت پُردرد لہجہ میں بلند آواز سے سورہ انا فتحنا پڑھتے جاتے تھے۔ آپ کے دائیں بائیں مہاجر و انصار کی پانچ پانچ ہزار کی فوجیں تھیں۔ یہ لوگ محبت الٰہی میں سرشار اور حضرتؐ پر دل و جان نثار کرنے کو ہمہ تن تیار رہتے۔ یہ عظمت و ہیبت دیکھ کر لوگوں کا دل لرزتا تھا۔

جب لشکر اسلام مکے کے بالکل قریب پہنچا۔ تو ابوسفیان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ کہ اگر مجھے اجازت ہو تو میں دوڑ کر مکے میں جاؤں اور قریش کو سمجھاؤں کہ وہ کہیں بیوقوفی

سے ضد اور مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ آپ نے اجازت دی۔ اور وہ دوڑ کر اہل مکہ کے پاس گیا۔ اور کہا کہ اے میرے دوستو اور بھائی بندو میں تو مسلمان ہو گیا ہوں ہمارے جھوٹے دین نے جو کچھ ہمیں نقصان پہنچایا وہ تمہیں بخوبی معلوم ہے۔ اس وقت جان کی سلامتی اور عاقبت کی بہتری اسی میں ہے۔ کہ تم بت پرستی چھوڑ دو اور ایک خدا کی پرستش اختیار کرو۔ جس کرتوفر سے اہل اسلام کا لشکر چلا آ رہا ہے۔ کوئی طاقت اب اس کو نہیں روک سکتی۔ اور اس کو روکنے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ اور سکتے ہیں خون کی ندیاں جاری کرانا۔ اور یہ سب کچھ بالکل بے سُود اور لاحاصل ہے۔ میری طاقت اور شجاعت سے تم لوگ پورے واقف ہو۔ آخر کوئی چیز ہے۔ جس نے میرے دل کو بدلا ہے۔ تم کو میں نے وقت پر خبر کر دی ہے۔ اب ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار ہے ۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو سفیان کی بیوی یہ سُن کر کہ اس کا شوہر مسلمان ہو گیا ہے۔ آگ بگولا ہو کر دوڑی آئی۔ اور ابو سفیان کی ڈاڑھی پکڑ کر اسے اس قدر پیٹا کہ بُرا حال کر دیا۔ اور لوگوں کو بہت شرمندہ کیا کہ اے آل غالب تمہاری غیرت کہاں گئی؟ اس بُڈھے بیوقوف کو مارو اور ذلیل کرو۔ یہ ہم لوگوں میں آکر کیا بیہودہ باتیں بکتا ہے ۔ اسی اثنا میں لشکر کا گرد و غبار شہر

میں آ پہنچا۔ اور اس کا شور و شغب سُنائی دینے لگا۔ چند منٹ میں فوجیں یکے بعد دیگرے بڑے دھڑلے سے سیدھی شہر میں بڑھی چلی آئیں۔ قریش کو سامنے آنے یا بولنے تک کی ہمت نہ ہوئی۔ البتہ عکرمہ ابن ابوجہل دغا اور شرارت سے باز نہ آیا۔ وہ اور اس کے چند دوست ایک قریشی فوج کا دستہ لئے کہیں گھات میں بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے لشکر خالدؓ پر اچانک حملہ کیا۔ جس میں دو مسلمان سپاہی مارے گئے۔ خالدؓ بن ولید نے نرمی سے انہیں بہت سمجھایا۔ اور کہا کہ ناحق کیوں بیوقوفی کرتے اور جانیں کھوتے ہو۔ حضرتؐ کے حکم کی دیر ہے ہم تمہیں چند لحظوں میں پیس کر رکھ دیں گے۔ اس تھوڑی سی مٹھ بھیڑ میں بھی قریش کے اٹھائیس آدمی ہلاک ہوئے۔ اور اُنہوں نے دیکھ لیا۔ کہ اب لشکر اسلام ہمارے بس کا نہیں۔

حضرتؐ نے اونٹنی کی سواری پر ہی خانہ کعبہ کا طواف کیا اس کے بعد اُس کے اندر داخل ہو کر جو تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت رکھے تھے۔ اُن سے اس مقدس جگہ کو پاک کیا۔ آپکے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ جس بُت کے آگے جاتے تھے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے تھے۔ جس کا یہ ترجمہ تھا۔ کہ حق آیا اور جھوٹ گیا۔ یہ پڑھ کر بُت کے سر پر چھڑی مارتے تھے۔ وہ اوندھے مُنہ نیچے گر پڑتا تھا۔ سب سے بڑا بُت ہبل تھا۔ جس پر

مشرکوں کو بڑا بھاری ناز تھا۔ اور ہر مشکل و مصیبت کے وقت اُس کے آگے سر جھکاتے تھے۔ یہ اتنی اونچی جگہ پر نصب تھا۔ کہ وہاں تک حضرتؐ کے ہاتھ کی چھڑی بھی نہ پہنچی۔ اس بُت کو حضرت علیؓ نے اوپر چڑھ کر توڑا +

آپ نے خانہ کعبہ کے اندر دیواروں پر سے دیوتاؤں کی تصویریں مٹوائیں اور پانی سے خوب دُھلوا کر اس مسجد ابراہیمی کو نجاستِ بُت پرستی سے پاک کیا۔ اب آپ شہر کی طرف آئے۔ یہ وقت بہت نازک تھا۔ ہر شخص کو یہ یقین تھا۔ کہ اب شہر کی خیر نہیں۔ آنحضرت قتلِ عام کا حکم دیں گے۔ اور جو جو اذیتیں انہیں دی گئی تھیں۔ آج اُن کا خوب بدلہ لینگے۔ لوگ اس خیال سے کانپے جاتے تھے۔ اور جانتے تھے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے تھے۔ کہ آپؐ نے فوراً منادی کرائی۔ کہ کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے۔ اور مکّہ کا کوئی آدمی شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ آج لڑائی اور بدلہ کا دن نہیں ہے۔ آج رحمت اور شفقت کا دن ہے۔ مَیں تمہارا دشمن ہو کر نہیں آیا ہوں۔ نہ مَیں تم سے کسی قسم کا بدلہ لونگا۔ مَیں تم سے وہ سلوک کرونگا۔ جو یوسفؑ نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ مَیں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دونگا" +

باوجود ان باتوں کے انصاف بھی آخر کچھ چیز ہے۔ عکرمہ نے جا بے موجب حملہ کر کے دو بیگناہ مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور اس خوشی کے وقت ان دو بے گناہوں کے گھر ماتم

بپا ہوا۔ اس کا انصاف بھی آخر خدا کی شریعت میں کچھ تھا؟ اس جرم کی سزا میں عکرمہ کو ماخوذ کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ یہ خبر سن کر مکے سے بھاگ نکلا۔ اور روپوش صحرا بہ صحرا خاک چھانتا پھرا۔ اس کے بال بچے لاوارث رہ گئے۔ اس حالت میں عکرمہ کی بیوی حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اپنی پریشانی اور مصیبت و سرگردانی رو رو کر بیان کی۔ اور نہایت عاجزی سے عکرمہ کے خون کی معافی مانگی۔ حضرتؐ نے مسلمان مقتولوں کے وارثوں کو خون کی معافی پر رضامند کیا۔ پھر عکرمہ کی بیوی کو اطلاع دی۔ کہ عکرمہ کی جان بخشی کی گئی۔ تب وہ اپنے شوہر کی تلاش میں نکلی۔ اور بڑی مشکلوں سے اسے ڈھونڈ کر واپس شہر میں لائی۔ عکرمہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اپنی بیوی کو بطور سفارشی ہمراہ لایا۔ اس شخص کا باپ ابوجہل حضرتؐ کا جانی دشمن تھا۔ اور وہ حضرتؐ کا نام و نشان مٹانے کی کوشش میں ہی جان کھو بیٹھا تھا۔ وہی زہریلا خون عکرمہ میں تھا۔ جب تمام قریش بے دل ہو کر بیٹھ رہے۔ اس روز بھی وہ مسلمانوں کو قتل کرنے سے نہ چوکا۔ ایسے شخص کا راہِ حق پر آنا کیسی خوشی کی بات تھی۔ جس وقت عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا۔ آنحضرتؐ ایک خیمے میں تشریف رکھتے تھے۔ اس نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت اس وقت مجری لباس پہنے ہوئے نہیں تھے آپ نے جلدی ہی چادر کندھوں پر ڈال لی اور جلد خوشی

میں اُن کو اندر بُلا لیا۔ عکرمہ کی ماں چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ساتھ تھی۔ پیچھے پیچھے خود تھا حضرت مارے خوشی کے کھڑے ہو کر اپنی جگہ سے کود پڑے۔ یہاں تک کہ چادر آپ کے کندھوں سے کھسک کر نیچے آ گئی۔ اور عکرمہ کے ساتھ اس تپاک سے ملے گویا اُس نے کبھی کوئی مخالفت نہیں کی تھی۔ اب اُس نے نہایت سچے دل سے اسلام قبول کیا۔ اور اس وقت سے حضرتؐ کا جاں نثار خادم بن گیا +

ہبار بھی آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ یہ وہ شخص تھا کہ جب آنحضرتؐ کی صاحبزادی زینبؓ مکے سے مدینے آئی تھی تو اُس شخص نے اُن کو پتھر مارے تھے۔ حضرت زینبؓ حمل سے تھیں۔ آپ کو اس حالت میں اس قدر ضربات شدید پہنچیں کہ مدینے میں آ کر صدمہ ضربات سے انتقال ہو گیا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ یہ شخص حضرت زینبؓ کے خون کے قصاص میں ضرور قتل کیا جائیگا۔ مگر حضرتؐ نے بڑی دریا دلی سے اپنے جگر گوشہ کے قاتل کی جان بخشی +

وحشی بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے آپ کے چچا حمزہؓ کا گلا کاٹا تھا۔ حضرت صفیہ کو جو آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں اپنے بھائی کے قتل کا سخت صدمہ تھا۔ اس موت سے تمام خاندان نبوی کو بے انتہا قلق و صدمہ ہوا تھا۔ ہر شخص کو یقین تھا کہ وحشی قصاص حمزہؓ میں ضرور قتل کیا جائیگا۔

حضرت کو بھی اس پر بہت غصہ تھا۔ اس نے آتے ہی سب سے اول یہ بات کہی کہ میں مسلمان ہوکر آیا ہوں۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت نے یہ خون بھی معاف فرمایا +

مسماۃ ہندہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ یہ ابو سفیان کی بیوی تھی۔ جس نے اپنے شوہر کی ڈاڑھی پکڑ کر اُسے جوتیوں سے پیٹا تھا۔ کہ یہ مسلمان کیوں ہوگیا۔ جب وحشی نے حمزہ کا گلا کاٹا تو اس عورت نے بے دردی کا وہ کام کیا جو شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔ اس نے حمزہ کا پیٹ چیر کے کلیجہ نکالا۔ اور اس کو اپنے دانتوں سے چبایا۔ اور مُردہ لاش کی ناک اور کان کاٹے۔ اہل مکہ کو یقین تھا۔ کہ یہ عورت کسی طرح معاف نہیں ہوسکیگی۔ وہ خود نہایت شرمندہ اور اپنی نالائقیوں سے پشیمان تھی۔ اس نے شرمندگی کی وجہ سے اپنا مُنہ نقاب سے چھپالیا۔ اور بہت سی عورتوں میں مل کر آئی۔ اور چھُپ کر پیچھے کھڑی ہوگئی۔ مگر حضرت کو معلوم ہوگیا کہ یہ ہندہ ہے آپ نے اُسے بھی معاف فرمایا۔ اور کہا کہ ہندہ بہت اچھا ہوا۔ کہ تو مسلمان ہوگئی۔ پھر اُسے تعلیم اسلام سے آگاہ کیا۔ کہ تم کو صرف ایک خدا کی پرستش کرنی ہوگی۔ خدا کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنانا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ ہر قسم کی بدکاری و بدکرداری سے باز رہنا +

غرض یہ نظارہ دیکھنے کے قابل تھا۔ جبکہ محمد صاحب

کوہِ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اہلِ مکہ چاروں طرف سے آتے۔ اپنی بیوقوفیوں کا اقرار کرتے۔ اسلام اختیار کرتے اور اپنی نالائقیوں کی معافی چاہتے تھے۔ غرض تھوڑی دیر میں قریش مکہ بغیر کسی قسم کے جبر کے اپنے دل کی خوشی سے بُت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ جو لوگ صدیوں سے خداوند تعالےٰ سے سرکشی کر رہے تھے۔ اُن کے سر خدائے کریم کے آگے نہایت عجز کے ساتھ جھک گئے ؎

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دیئے سر جھکا اُن کے مالک کے آگے

اس کُل واقعہ کو طوطئ ہند شمس العلماء خواجہ الطاف حسین صاحب حالی نے اپنے مشہور مسدس میں یوں قلمبند کیا ہے:-

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر — تمام اہلِ مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور — سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا — تو باور کرو گے اگر میں کہونگا
کہ فوجِ گراں پشتِ کوہِ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پا کر

کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے

کہا گر مری بات یہ دلنشیں ہے — تو سن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے

کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی — اِک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا — حقیقت کا گر اُن کو اِک اِک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دِکھلا دیئے ایک پردہ اُٹھا کر

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیماں — بھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں
زمانے میں تھا دورِ صہبائے بُطلاں — مئے حق سے محروم تھی بزم دوراں

اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک
خُمِ معرفت کا تھا مُنہ خام اب تک

نہ واقف تھے انسان قضا و جزا سے — نہ آگاہ تھے مُبدا و منتہا سے
لگائی تھی اِک اِک نے لو ما سوا سے — پڑے تھے بہت دُور بندے خدا سے

یہ سُنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہ راعی نے للکار کر جب پُکارا

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لایق — زبان اور دل کی شہادت کے لایق

اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لَو اُس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم
اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اُسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مبرّا ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں
مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے دھوکا
کہ سمجھے وہ عیسیٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا
مری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

سب انساں ہیں جس طرح واں سرفگندہ
اُسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

آنحضرت سے رفیقانِ مدینہ نے یہ اقرار لے رکھا تھا

کہ اگر خدا کسی روز آپ کو اپنے مخالفوں پر فتح دے۔ اور آپ کو مکہ جانا نصیب ہو۔ تو ہم خاکساران مدینہ کو نہ بھول جائیں۔ بلکہ بدستور ہم غریبوں کے شہر میں تشریف فرما رہیں۔ چنانچہ اس اقرار کے بموجب حضرت نے اپنے وطن اور وہاں کے گلی کوچوں کو دیکھ کر اور چند روز ٹھہر کر مدینے کی طرف مراجعت فرمائی +

اسی اثنا میں قبیلہ بنی ہوازن اور بنی ثقیف کے شرارت پسند لوگوں نے ایک بڑی جمعیت پیدا کر کے مکہ پہ چڑھائی کی تیاریاں کیں۔ مسلمان بھی اس نئے دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ ان مسلمانوں میں سب سے اوّل پیش قدمی کرنے والے قریش مکہ تھے۔ صداقت کا زور دیکھو۔ جو لوگ کل محمدؐ صاحب کے خون کے پیاسے تھے۔ آج وہ ان کے لئے سر کٹانے اور خون بہانے کو نکلے ہیں۔ مکہ سے دس میل کے فاصلے پر لڑائی ہو کر بنی ثقیف اور بنی ہوازن کو شکست ہوئی۔ بنی ثقیف تو فرار ہو کر اپنے شہر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ اور بنی ہوازن کا اہل اسلام نے تعاقب کیا۔ اور ان کے قلعہ پر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اور ان کے زن و مرد سب گرفتار ہو کر حلقۂ غلامی میں آ گئے +

بنی ہوازن سے فراغت پا کر اہل اسلام نے طائف پر چڑھائی کی۔ یہ شہر نہایت پُر فضا پہاڑ ہے۔ اور شہر مکہ سے

۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہی شہر ہے جہاں نو برس پہلے محمدؐ صاحب وعظ کہنے گئے تھے۔ تو وہاں کے لوگوں نے انہیں اینٹ پتھر مار کر بھگا دیا تھا۔ اور آپ اس حال میں وہاں سے نکلے تھے۔ کہ پنڈلیوں اور ٹخنوں سے خون جاری تھا۔ اب اہل اسلام نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد اہل طائف نے عاجز آکر اطاعت قبول کی۔ اور قلعہ فاتحین کے حوالے کر دیا۔ اب اہل طائف نے آپ سے درخواست کی۔ کہ ہمارے بُت دو برس تک نہ توڑے جائیں۔ آنحضرت نے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ پھر انہوں نے ایک سال کی مہلت طلب کی۔ وہ بھی نامنظور ہوئی۔ غرض اُترتے اُترتے ایک مہینے کی مہلت مانگی۔ وہ بھی نامنظور ہوئی۔ خدائے واحد کے سچے مذہب میں لحظہ بھر کی بُت پرستی کی بھی اجازت نہیں ہو سکتی تھی۔ اہل طائف کو یہ پورا اختیار دیا گیا۔ کہ وہ چاہیں مذہب اسلام اختیار کریں۔ چاہے نہ کریں۔ اس باب میں جس طرح اور کسی پر جبر نہیں ہوا۔ ان پر بھی مطلق نہ ہوا۔ لیکن انہیں کہا گیا کہ اگر تم یہ چاہو کہ ہم بتوں کو چھوڑ دیں۔ تو یہ بالکل ناممکن ہے۔ چنانچہ ایک ایک بُت ان کا توڑا گیا۔ ان کے ہاں ایک سب سے بڑا بُت تھا۔ جس کا نام لات تھا۔ اس کی پرستش سب سے زیادہ کی جاتی تھی۔ جب اہل اسلام کی ضرب اُس بُت پر لگی۔ تو تمام شہر کے زن و مرد رونے اور چلانے

لگے۔ مگر حضرتؐ نے اس شور و واویلا کو مطلق نہ سُنا +

اہلِ طائف کے بُت توڑ دیئے گئے۔ قلعے فتح کر لئے۔ اور وہاں کے لوگوں نے اطاعت بھی قبول کر لی۔ مگر مذہب اسلام قبول نہ کیا۔ آنحضرتؐ نے اس مہم سے فراغت پا کر اور اہل طائف کو انہیں کے حال پر چھوڑ کر مدینہ کو مراجعت کی +

اب نبی ہوازن کے چند عمایدارکین آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نہایت عاجزانہ طور پر عرض کی کہ ہم نے اپنی شرارت و سرکشی کا نتیجہ پا لیا۔ مگر آپ رحمتِ عالم ہیں۔ اب ہمارا قصور معاف فرمایا جائے۔ اور ہمارے عیال و اطفال جو گرفتار ہو کر حلقۂ غلامی میں آ گئے ہیں۔ ان کو ازراہِ مہربانی رہائی بخشی جائے +

یہ غلام حسب قاعدہ و دستورِ ملک سپاہ میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اور اُن کا واپس لینا مشکل تھا۔ نہ دستور کے مطابق ایسا قرینِ انصاف تھا۔ گو یہ سب لوگ بُت پرست تھے۔ مگر حضرتؐ کو ان مصیبت زدوں پر بہت رحم آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب ہم لوگ مسجد میں نماز کے لئے جمع ہوں۔ تو تم وہاں آ کر سب کے رُوبرو یہ درخواست کرنا۔ اور مجھ سے کہنا۔ کہ آپ ہماری سفارش مسلمانوں سے کریں۔ اور اور مسلمانوں سے کہنا۔ کہ تم ہماری سفارش رسُول خدا سے کرو۔ کہ ہم پر رحم فرمایا جائے +

اگلے روز جب کہ نماز ظہر کے بعد سہ پہر کے وقت کل مسلمان

مسجد نبوی میں جمع تھے۔ تو اُنہوں نے آکر ویسا ہی کیا۔ اُن کی درخواست سُن کر محمدؐ صاحب نے کہا۔ کہ میں تو اپنا اور اپنے قبیلے کا حصہ چھوڑتا ہوں۔ اور جس قدر لوگ میرے پاس گرفتار ہوکر بطور غلام آئے ہیں۔ سب کو بغیر کسی بدلہ کے آزاد کرتا ہوں۔ چنانچہ یہ کہہ کر آپ نے سب کو بُلاکر ہمیشہ کے لئے آزاد کردیا +

یہ نیکی اور کشادہ دلی کی مثال ایسی نہ تھی۔ کہ لوگوں پر بے اثر کئے رہتی۔ اُسی وقت سب خادمانِ بارگاہ نبوت نے اس نیک اور عالی ہمتی کی تقلید کی۔ اور چند منٹوں میں چھ ہزار آدمی غیر مسلم مرد اور عورت غلامی سے آزاد کئے گئے۔ اور کسی نے یہ وہم تک بھی نہیں کیا۔ کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ ہم ان پر کیوں یہ مہربانی کریں۔ یہ رحم اور خیرات کا کام تھا۔ اور اسلام ایسی خیرات میں کوئی تمیز مسلم و غیر مسلم کی پسند نہیں کرتا +

اس کشادہ دلی اور خدا ترسی نے بنی ثقیف اور بنی ہوازن پر ایسا اثر کیا۔ کہ دونوں قبیلوں نے فوراً بُت پرستی چھوڑ خدا کا دینِ توحید اختیار کرلیا +

اس واقعہ کے بعد آپؐ مدینہ تشریف لے آئے +

باب ہفتم

سنہ ۹ و ۱۰ ہجری کے مختصراً واقعات۔ محمد صاحب کا سال وفات اور اُن کی رحلت۔

سنہ ۹ و ۱۰ھ کے مختصر واقعات

مکہ کی فتح نے عرب میں برکات اسلام کی دُھوم مچادی بُت پرستی ایسی چیز نہ تھی جس کی بُرائیوں کے سمجھنے کے لئے اتنی دیر لگتی۔ پھر پیغمبرؐ اسلام جیسے مُعلم کی صاف وصریح تعلیم کے بعد۔ لیکن لوگوں کو ضد اور نفسانیت نے روک رکھا تھا۔ اہلِ مکہ سے اِس ضد کا دُور ہونا تھا۔ کہ چاروں طرف سے اہلِ عرب کے غول کے غول آپ کی خدمت میں قبول اسلام کے لئے اپنی رضا و رغبت سے آنے لگے۔ جو قبائل بہت دُور دست اطراف میں رہتے تھے۔ انہوں نے سفارتیں بھیجیں اور بالواسطہ اسلام قبول کرنا چاہا۔ اس میں اس قدر سفارتیں آئیں۔ کہ تاریخ اسلام میں اس سال کا نام ہی سالِ وفود یعنی رسالتوں کا سال رکھا گیا ہے۔

محمدؐ صاحب ہر ایک رسالت کی نہایت عزت کرتے تھے۔ اور ان کے رُتبہ اور حیثیت کے مطابق اُن سے پیش آتے تھے۔ جب یہ لوگ اسلام قبول کر کے وطن کو واپس جاتے تھے۔ تو ایک

نقیب (مشنری)، ان کے ہمراہ کر دیا جاتا تھا۔ کہ وہ انہیں دین توحید کی تعلیم میں پختہ کرے۔

سب سے آخری مہم جس میں جناب پیغمبرؐ خدا کو بذاتِ خود شریک ہونا پڑا مہم تبوک تھی۔ تبوک سرحد عرب کے قریب علاقۂ شام میں ایک شہر تھا۔ جو شاہ قسطنطنیہ کے زیر حکومت تھا۔ ان دنوں عرب میں سخت قحط پڑا۔ جس سے ملک میں تباہی اور بدامنی کے آثار پیدا ہوئے۔ اس حالت کو دیکھ کر سلطنت روما نے عرب پر یورش کرنے کا اچھا موقع دیکھا۔ انہوں نے عرب پر چڑھائی کی تیاریاں کیں۔ آنحضرتؐ نے مناسب جانا۔ کہ ایسے خطرناک دشمن کا ملک عرب کے اندر پہنچ جانا مناسب نہیں۔ اُسے دُور سے ہی روکنا قرینِ مصلحت ہے۔ اگرچہ اہل عرب بیچارے قحط کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ مگر اس بے سروسامانی میں بھی ۳۰ ہزار کی جمعیت آپ کے ہمرکاب ہوئی۔ اور عرب کے سرحدی شہر تبوک تک یہ فوج جا پہنچی۔ عرب کی اس مستعدی کو دیکھ کر اہل روما نے یورش کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور لشکر اسلام وہاں ۲۰ روز ٹھیر کر خیر و عافیت کے ساتھ واپس مدینہ آگیا۔

قبیلۂ طے نے اب تک اسلام اختیار نہیں کیا تھا۔ اب اس میں بعض مفسدوں نے سرکشی کی۔ اور ملک میں فساد پھیلانا چاہا۔ محمدؐ صاحب نے حضرت علیؓ کو ان کی سرکوبی اور سرزنش کے لئے ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ عدی بن حاتم طائی جو

قبیلۂ طے کا حاکم تھا۔ تاب مقابلہ نہ لاکر شام کو بھاگ گیا حضرت علیؓ اُن کے مقبوضات پر قبضہ کر کے وہاں کے باشندوں کو پابجولاں مدینہ میں لے آئے +

ان قیدیوں میں حاتم طائی کی لڑکی بھی تھی۔ آنحضرتؐ نے جب اس کا حال سُنا تو اُسے فوراً رہا کر دیا۔ اور باقیوں کی نسبت حسب درجۂ جرم بغاوت کی سزائیں تجویز کی گئیں +

اس نیک نہاد لڑکی نے ہاتھ جوڑ کر حضرتؐ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اگر میرے قبیلے کے اَور لوگ غلام بنا کر رکھے جائینگے تو مجھے بھی غلامی میں رہنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس آزادی سے کہ میرے عزیز غلامی کی ذلت میں رہیں۔ اور اگر انہیں قتل کرنا ہے۔ تو سب سے اوّل میرا گلا کاٹنا چاہیئے میں نہیں چاہتی۔ کہ وہ قتل ہو جائیں۔ اور میں اُن کے بعد جیتی رہوں +

محمدؐ صاحب نے اس لڑکی کے کہنے پر سب قبیلے کی جان بخشی کی۔ شکرگزار مجرموں نے اس نیک سلوک سے متاثر ہو کر اسی وقت اسلام قبول کیا۔ اس واقعہ کو **شیخ سعدی** نے بوستان میں بہت خوبی سے ادا کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

شنیدم کہ طے در زمان رسولؐ	نہ کردند منشور ایشان قبول
فرستاد لشکر بشیر و نذیر	گروہے از ایشان گرفتند اسیر
زرنے گفت من دختر حاتمم	بخواہند ازیں نامور حاکمم

کرم کن بجاے من اے محترم کہ مولاے من بود ز اہلِ کرم
بفرمانِ پیغمبرؐ پاک راے گشادند زنجیرش از دست و پاے
دراں قوم باقی نہادند تیغ کہ رانند سیلابِ خوں بیدریغ
بہ زاری بہ شمشیر زن گفت زن مرا نیز با جملہ گردن بزن
مروت نہ بینم رہائی ز بند بہ تنہا و یارانم اندر کمند
ہمیگفت گریاں براخوانِ طے بسمعِ رسولؐ آمد آواز وے
ببخشید آں قوم و دیگر عطا کہ ہرگز نہ کرد اصل و گوہر خطا

اب ایامِ حج قریب آگئے تھے۔ محمدؐ صاحب نے اپنے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاجیوں کے قافلے کے ساتھ رسوم حج ادا کرنے کے لئے مکہ بھیجا۔ اور خود بباعث چند امور ضروری کے مدینہ میں ہی ٹھیرے رہے۔ حضرت علیؓ کو بھی حضرت صدیقؓ کے ہمراہ یہ حکم دے کر روانہ کیا۔ کہ بعد ادائے رسوم حج یہ اعلان کر دیا جائے۔ کہ اگلے سال سے مکہ خدا پرستوں کا خاص شہر قرار پائیگا۔ اور کسی بت پرست کو وہاں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ جب حج ہو چکا۔ تو علیؓ نے قربانی کے دن کھڑے ہو کر بہ آواز بلند یہ اعلان کر دیا۔ کہ اگلے سال سے کسی بت پرست کو یہاں آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ حسب دستور زمانہ جاہلیت ننگا ہو کر بیت الحرام کا طواف کرے۔ جن لوگوں نے کوئی خاص عہد و پیمان کر رکھے ہیں۔ وہ وقت مقررہ تک اسی طرح رہینگے۔ باقی لوگوں کو چار مہینے کی مہلت دیجاتی ہے۔ کہ اپنے اپنے

ملکوں میں واپس چلے جاویں۔ اس میعاد کے منقضی ہونے کے بعد کسی کا کچھ عذر نہیں سُنا جائیگا"+

اِس اعلان کے بعد ابُو بکرؓ اور علیؓ مع دیگر مسلمانوں کے مدینہ کو واپس چلے گئے۔ اور اس اعلان کا یہ اثر ہوا۔ کہ اگلے برس کے اختتام سے پہلے تقریبًا کُل عرب مسلمان ہوگیا+

اب سنہ ۱۰ ہجری شروع ہوا۔ محمدؐ صاحب نے اس سال کے بہت سے حصّہ میں صرف یہ کام کیا۔ کہ عرب کے ہر ایک قبیلہ میں اپنا ایک ایک نقیب تعلیم دینے کے لئے مقرر کرکے بھیج دیا۔ اور اُن آس پاس کے بادشاہوں کے پاس جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے سفارتیں بھیجیں۔ اور بعضوں کی طرف سے سفارتیں قبولیتِ اسلام کی غرض سے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس سعی اور اس جانفشانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ ملک جو صدیوں سے چاہِ جہالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ جس میں ہر قسم کی بدیاں اور بُت پرستی براج رہی تھیں۔ جہاں توہمات کی کالی گھٹا چھا رہی تھی۔ غرض جہاں کے باشندے ایسے افعال شنیعہ کے عادی تھے۔ جن کے حالات پڑھنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یک لخت ایک خطۂ رضوان بن گیا۔ اور یہ سب برائیاں اس مُلک سے دُور ہوگئیں+ ۵

وہ دیں جس نے اعدا کو اخواں بنایا	وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوارِ دوراں بنایا	گڈریوں کو عالم کا سُلطاں بنایا

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ ❁ گراں کر دیا اس کا عالم سے پلہ
مس خاک کو جس نے کندن بنایا ❁ کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا ❁ پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

جب عرب میں یہ انقلاب روحانی ہو چکا تو محمدؐ صاحب کو معلوم ہو گیا کہ جس مطلب کے لئے خُدا نے مجھ کو پیدا کیا تھا۔ وہ ہو چکا اور یقین کیا کہ اب میری موت کے دن قریب ہیں۔ تب انہوں نے ایک الوداعی حج کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ ۲۵ ذوالقعدہ کو آپ کا قافلہ مکّہ کو روانہ ہوا۔ مگر ناظرین کیا تم قیاس کر سکتے ہو۔ کہ اس حج میں آپ کے پیچھے کتنے آدمی تھے؟ وہ ہی آمنہ کا یتیم بچّہ جسے دائی حلیمہ پرورش کے لئے لینے میں بھی تامّل کرتی تھی۔ وہی شخص جسے مکّہ میں کوئی پناہ نہ دیتا تھا۔ اور جسے بھاگتے وقت صرف دو جاں نثار رفیق ملے۔ کہ ایک بستر پر لیٹا۔ اور ایک نے ان کے ساتھ جان جوکھوں میں ڈال پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی۔ کچھ خیال کر سکتے ہو۔ آج اُس کے جھنڈے کے پیچھے کتنے آدمی ہیں؟ آج اس کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار خدا پرست میدان عرفات میں خُدائے واحد کے حضور میں سر ننگے کھڑے بن سِلے کپڑے کفن کی طرح پہنے۔ امیری غریبی کا فرق دُور کئے میدان حشر کا نمونہ

کھڑے ہیں۔ اللہ اکبر۔ صداقت کی کامیابی! کیسا عالیشان نظارہ ہے!!

آنحضرتؐ جبل عرفات پر چڑھ گئے۔ اور اپنے جاں نثاروں کو یوں خطاب کیا۔

"اے حاضرین اہلِ اسلام شاید ہیں اگلے سال میں تم لوگوں میں نہ ہونگا۔ اب جو کچھ کہتا ہوں اُس کو کان لگا کر سنو اور دل سے اس پر توجہ کرو۔ یہ مہینہ اور خاص کر یہ دن تم لوگوں کے لئے مقدس ہے۔ تم سب کے سب ہر سال اس دن اپنے خدا کے حضور اس گھر میں حاضر ہوا کرو۔ اے اہلِ اسلام یہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن تم سب کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا۔ وہ اس وقت تمہارے ہر فعل اور حرکات سکنات کا حساب کتاب لیگا۔ دیکھو عورتوں کے ساتھ کبھی بدسلوکی نہ کرنا ان سے ہمیشہ مہربانی سے پیش آنا۔ غلاموں کو وہ آسائش دینا جو تم اپنے آپ کو دیتے ہو۔ اگر اُن سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرنا۔ یاد رہے کہ کل مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ دیکھو کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے"۔

محمد صاحب کا سال وفات احداث کی رحلت

اس کے بعد نماز حج ادا کی گئی۔ اور محمدؐ صاحب مدینہ کو واپس آئے۔ اب ۱۱ھ ہجری شروع ہوا۔ اسی کو محمدؐ صاحب کی رحلت کا سال کہتے ہیں۔ اس سال وہ جب تک زندہ رہے۔ مدینہ سے باہر نہیں نکلے۔ مہم تبوک سے واپس آتے وقت اہل رو مانے ایک مسلمان

کو قتل کر دیا تھا۔ اس وقت اُس خون کا انتقام لینے کے لئے اُنہوں نے ایک فوج روانہ کی۔ مگر محمدؐ صاحب کے سخت بیمار ہو جانے کی وجہ سے وہ فوج رستہ ہی میں سے لوٹ آئی ✦

اُنہیں دنوں دو شخصوں مسیلمہ اور اسود عنسی نے جن کو مسلمان مؤرخ کذاب لکھتے ہیں پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے اپنے قبائل میں رسوخ پیدا کر کے صنعا یمن کے دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ ان میں سے اسود عنسی کو تو مسلمانوں نے جلد قتل کر ڈالا۔ اور مسیلمہ کذاب بباعث آنحضرت کی بیماری کے اُس وقت سزا سے بچ گیا۔ مگر آخر کو مسلمانوں نے اُس کو بھی نہ چھوڑا ✦

اب محمدؐ صاحب کی عمر تقریباً ۶۳ برس کی ہو گئی تھی۔ بڑھاپے کمزوری اور کثرت محنت سے ان کی صحت میں فرق آ گیا تھا آخرکار اُن کو بخار ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ اُس نے نمونیا کی صورت اختیار کر لی۔ مگر وہ ایسے مستقل مزاج تھے۔ کہ اس شدید حالت میں بھی پانچوں وقت مسجد میں حاضر ہوتے اور خود امامت کرواتے۔ عائشہ کا گھر مسجد کے بہت قریب تھا۔ بیماری کے ایام میں اسی میں قیام پذیر رہے۔ وہ بہت دلی ہمدردی سے اُن کی تیمارداری کرتیں۔ اپنی رحلت سے تین روز پہلے جب وہ بہت نڈھال ہو گئے۔ تو انہوں نے اپنے چچا زاد بھائیوں علیؓ اور فضل سے یہ درخواست کی۔ کہ وہ اُن کو سہارا دے کر مسجد تک لے چلیں۔ وہ فوراً اس حکم کو بجا لاتے۔

اُن کو سہارا دے کر مسجد تک لے چلیں۔ وہ فوراً اس حکم کو بجالائے۔ چونکہ وہؐ خود بہت کمزور تھے۔ اس لئے انہوںؐ نے اپنی بجائے ابوبکرؓ کو امام بنایا۔ اور خود اُن کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوکر وہؐ بیٹھ گئے۔ اور لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا "اگر مجھ سے کسی شخص کو کچھ ایذا پہنچی ہو۔ تو میں اس وقت اُس کی معافی کے لئے حاضر ہوں۔ اگر تم سے کسی کا کوئی قرضہ میرے ذمے ہو۔ تو وہ اس وقت مجھ سے لے لے"۔

اس وقت ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی کہ میرے تین درم آپ کے ذمے ہیں۔ وہ قرضہ فوراً ادا کیا گیا۔

اس کے بعد محمدؐ صاحب نے حاضرین مجلس کو بہت نصیحت کی۔ پھر مکان میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے پھر باہر تشریف نہ لائے۔ اب روز بروز اُن کی بیماری اور بےچینی بڑھتی گئی۔ آپ نے پانی کا ایک پیالہ بھر کر پاس رکھا تھا۔ پانی میں ہاتھ ڈبو کر بار بار چہرے پر ملتے تھے۔ آخرکار ۱۲ ربیع الاول مطابق ۸ جون ۶۳۲ء بروز دوشنبہ بوقت دوپہر آہستہ آہستہ خدا کا نام لیتے اور بالرفیق الاعلےٰ بالرفیق الاعلےٰ۔ یعنی "رفیق اعلےٰ کے پاس" "رفیق اعلےٰ کے پاس" عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ گویا جس تاریخ کو پیدا ہوئے تھے۔ اُسی تاریخ کو انتقال کیا۔

سوانح عمری حضرت محمد صاحب

مختلف رائیں

از طوطیٔ ہند شمس العلماء خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

اس کتاب کی نسبت جو کچھ میں نے اخباروں میں دیکھا اور لوگوں سے زبانی سُنا تھا۔ اس سے بہت زیادہ اُس کو تعریف کے لائق پایا۔ معزز مصنف نے یہ کتاب لکھ کر سچائی اور حق پسندی کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے۔ جس کی ہم سب ہندوستانیوں کو تقلید کرنی چاہئے۔ اب تک ہمارے تمام ہموطن عام طور سے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان اس خیال خام میں مبتلا رہے ہیں کہ غیر مذہب کی خوبیوں پر جہانتک ممکن ہو پردہ ڈالیں اور چُن چُن کر اُس کی برائیاں ظاہر کریں جہانتک اندازہ کیا جاتا ہے۔ تمام اہل مذاہب اس غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ غیر مذہب کے کسی اعتراض کو تسلیم کر لینا یا اُس کی کسی خوبی کا اقرار کرنا اپنے مذہب کے دائرے سے نکل جانے کے برابر ہے۔ **براھمو دھرم** کا یہ اصول کہ وہ ہر ایک مذہب کے پیشواؤں کی تعظیم کرتا ہے بالکل اصول اسلام کے مطابق ہے۔ اور یہی وہ اصول ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ مذہبی جھگڑے شاید رفتہ رفتہ دنیا سے مفقود ہو جائیں۔

اگرچہ مجھے یقین ہے کہ شردھے پرکاش دیوجی نے یہ کتاب مسلمانوں کے

خوش کرنے کیلئے نہیں بلکہ محض صداقت کے ظاہر کرنے کیلئے لکھی ہے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کا خوش ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے اس لئے وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے دلی شکریہ کے مستحق ہیں"

ازجناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی:- آپ کی کتاب مجھ کو پہنچی اس کے دیکھنے سے آپ کی انصاف پسندی اور حسن اخلاق اور خدا ترسی اور وسعت معلومات ثابت ہوتی ہے۔ درحقیقت دوسری قوموں میں اس طبیعت اور سلامت روشی اور حق گوئی کی عادت کے لوگ بہت کم ہیں۔ . . . میں آپ کی کتاب دیکھنے سے بہت خوش ہوا۔ میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالے میں جس کا تالیف کرنا میں نے شروع کیا ہے۔ اور جس کی نسبت مجھے امید ہے۔ کہ انشاءاللہ ایک ماہ تک اُسکو چھاپ کر شائع کر دونگا۔ آپ کی کتاب کا کچھ ذکر کروں۔ مگر میں نے آپ کی اجازت کے بغیر مناسب نہیں سمجھا کہ ذکر کیا جاوے۔ اگر آپ کی دلی خواہش سے ایک ہفتہ کے اندر یا دس دن تک مجھے اجازت دیں تو کسی موقع پر اس کا ذکر کرسکتا ہوں۔ بہر حال ہم آپ کی اس کوشش کا شکر کرتے ہیں۔ اور آپکے شکرگذار ہیں"

مذکورہ بالا چٹھی میں جس رسالے کی تالیف کا مرزا صاحب مغفور نے ذکر فرمایا ہے کہ ان کا اس میں سوانح عمری حضرت محمد صاحب کے متعلق ذکر کرنے کا ارادہ ہے۔ اس کا نام "چشمۂ معرفت" ہے۔ اور جن الفاظ میں اس کتاب کا آپ نے اس اپنی آخری تصنیف میں ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہیں:-

اس پُرآشوب زمانہ میں کہ ہر ایک فرقہ خواہ آریہ ہیں خواہ پادری صاحبان دیدہ و دانستہ کئی طور کے افترا کر کے ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اسلام کی تحقیر کو بڑا ثواب کا کام سمجھ رہے ہیں۔ ایسے وقت میں آریہ قوم

ہیں سے ایسا منصف مزاج پیدا ہوتا جو بر مھو مذہب رکھتے ہیں۔ نہایت عجیب بات ہے۔ موئف کتاب نے اپنی دیانتداری اور انصاف پسندی اور حق گوئی اور بے تعصبی کا عمدہ نمونہ دکھلایا ہے۔ میرے نزدیک مناسب ہے۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ ایک ایک نسخہ اس کتاب کا خرید لیں۔ قیمت بھی بہت کم ہے +

زمیندار ۲۸ نومبر ۱۹۰۶ء - ۲۰×۲۰ کی چھوٹی تقطیع ۱۳۴ صفحوں کا حجم مرتبہ شردھے پرکاش دیوجی پرچارک برمھو دھرم + مسلمان اپنے پیارے نبی کی سوانح عمری کو اکثر سیرت نبوی لکھا کرتے ہیں۔ اور حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام کے الفاظ بھی ان کے کانوں کو کچھ غیر مانوس معلوم نہ ہونگے۔ مگر ہم نے اس کتاب کو الف سے تے تک پڑھا۔ آنحضرت کے حالات زندگی جس قدر کہ اس کتاب کا حجم اجازت دے سکتا تھا۔ اردو زبان میں نہایت نیک نیتی دلی صفائی اور پاکبازی کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اور گو مصنف صاحب معجزات اور وحی کے قایل نہیں۔ مگر ان کی تحریر صاف طور پر ثابت کر رہی ہے۔ کہ اس کتاب کا ہیرو فی الحقیقت کامل اور اکمل بشر اور اپنے راسخ اور سچے متبعین کے لئے ذریعہ نجات و فلاح تھا۔ اگرچہ بوجہ مسلمان ہونے کے ہمیں اس کتاب کے مضمون پر پہلے ہی سے تھوڑا بہت عبور تھا مگر مصنف نے آنحضرتؐ کے حالات ایسے دلکش پیرایہ میں لکھے ہیں۔ کہ اس کتاب کے پڑھتے پڑھتے ہمیں یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ گویا ہم قرون اولٰے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مخالفین اسلام آنحضرتؐ پر دو اتہام دیا کرتے ہیں اول کہ آپ کے کثیر الحرم تھے اور دوم کہ آپ نے مذہب کے لئے تلوار اٹھائی۔ مگر اس کتاب کے پڑھنے سے نہ صرف دونوں الزام لچر و پوچ بلکہ آنحضرت کے یہ دونوں افعال عین صواب ثابت ہوتے ہیں۔ ہم نے اس کتاب کو اپنے بچوں کے پڑھنے کے قابل سمجھا

اور فوراً اُن کے حوالہ کیا۔ مصنف نے اُردو خوان مسلمانوں پر بلکہ تمام اُردو دان پبلک پر بڑا احسان کیا ہے۔ آنحضرت کے حالات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں لکھ کر انہیں ایک اہم دینی اور دنیاوی مضمون پر مطلع کیا ہے اور چونکہ یہ ایک غیر مسلم روشنضمیر مصنف کی تحریر سے ہے۔ ہمیں امید ہے کہ بہت سے غیر مذہب اصحاب بھی اس سے مستفید ہونگے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے +

مولوی سید ممتاز علی صاحب در تہذیب نسواں ۳۰ نومبر ۱۹۰۰ء

ہم بلا مبالغہ اپنی ذمہ واری پر یہ بات کہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب بلا اندیشہ مسلمان بچوں لڑکوں لڑکیوں کے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے۔ بلکہ یہ خیال کرکے کہ اس قسم کی کوئی ایسی مختصر اور عمدہ کتاب اس مضمون پر نہیں ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کا ایک ایک نسخہ ہر مسلمان گھر میں رہنا چاہئے +

از شیخ عبد العزیز صاحب بی۔ اے اڈیٹر اخبار ابزرور لاہور

"ہم اس کتاب کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہم نے حضرت محمد صاحب کی آج تک کوئی ایسی مستند سوانح عمری نہیں دیکھی جو باوجود اس کے کہ ایک غیر مسلم شخص کی لکھی ہوئی ہو۔ تاہم ہر مذہب و ملت کے اشخاص کے دلوں کو اُبھارنے اور اہل اسلام بھی اس کو اپنے بچوں کو پڑھانے کے لائق خیال کریں۔ اس لئے بانی اسلام کی سوانح عمری جو شردھے پرکاش دیوجی نے تصنیف کی ہے۔ ایک لاثانی کتاب ہے"+

سوانح عمریاں

تصنیف کردہ شردھے پرکاش دیوجی

سوانح عمری بُدھ دیوجی حصہ اوّل قیمت	۱۴ر
" " " " " حصہ دوم "	۱۲ر
" " " " " حصہ سوم "	۴ر
" " " " " حصہ چہارم "	۱۵ر
" " " " " بچوں کے لئے "	۱۲ر
" " مہاراجہ اشوک اور اُسکے فرمان "	۱۲ر
" " مہاتما لوتھر مصلح دین عیسوی "	۸ر
خودنوشت سوانح عمری مہرشی دیوندرناتھ ٹھاکر جی مترجمہ شردھے پرکاش دیوجی .... "	۱۲ر
سوانح عمری شردھے پرکاش دیوجی "	۱۲ر

ملنے کا پتہ:- پربھودیال خلف شردھے پرکاش دیوجی۔ نزد براہمو سماج لاہور